احاديث المنيرة الشيعة حول بنات النبي صلى الله عليه وسلم الأربعة

تأليف و تحقيق

ماڈیسٹ مسلم

رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیاں
(شیعہ روایات کی روشنی میں)

احاديث المنيرة الشيعة

حول بنات النبیؐ الاربعة

فہرست ابواب

ابتدائیہ

اللہ (عزوجل) کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ پروردگار جس نے اس کائنات کو تنہا اپنے دست قدرت سے وجود بخشا، ہم انسانوں کو عقل کی نعمت عطا فرمائی، ہمارے رزق کا انتظام کیا اور ہماری ہدایت و رہنمائی کی خاطر پیغمبروں کا سلسلہ جاری کیا۔ بس تمام تعریفیں اس ہی مقدس ذات کے لیے مخصوص ہیں جس نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے خلق کیا تا کہ دیکھ لے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ پس ایک دن اللہ تعالیٰ اس دنیا کا نظام درہم برہم کر دیگا، لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان سے انکے اعمال کا حساب لے گا۔ حشر کے میدان میں کامیابی اس ہی کا مقدر بنے گی جس نے زندگی میں اللہ رب العزت کی اطاعت کی، دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا اور محمد و آل محمد (سلام اللہ علیہم اجمعین) کے ساتھ وفاداری نبھائی۔ چنانچہ اہل البیت کی محبت ایمان کی کسوٹی اور آئمہ اثناء عشر کی ولایت کا عقیدہ رکھنا بندوں کے اعمال کی قبولیت کی ضمانت ہے۔

پس اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اس کے برگزیدہ پیغمبروں اور آئمہ پر، بالخصوص خاتم المرسلین سید العالمین حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب (علیہ السلام)، سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا)، حسنین کریمین (سلام اللہ علیہا) اور اولاد الحسین میں سے ان نو اماموں پر جن کا آخری قائم آل محمد ہے۔ ان چہاردہ معصومین کی ولایت ہی مکمل ایمان ہے اور ان ہی کے شیعہ بروز حشر کامیاب و کامران قرار پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اہل البیت کی محبت پر قائم رکھے اور مزید شیعوں کو اس بات کی توفیق دے کہ وہ آل محمد کی صحیح السند تعلیمات سے روشناس ہوں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ سرزمین ہندوستان و پاکستان میں رہنے والے اکثر شیعوں کے عقائد کافی حد تک خراب ہو چکے ہیں۔ فتنۂ غلو سر چڑھ کر بول رہا ہے اور منبروں پر علماء کی موجودگی کے بجائے مداریوں کا قبضہ ہے۔ تاجران خون حسینی لوگوں کو اہل البیت کی الوہیت و ربوبیت کی طرف اعلانیہ دعوت دیتے ہیں اور عوام نے واجب عبادات پر خود ساختہ رسومات کو ترجیح دے دی ہے۔ اس سے زیادہ افسوسناک بات کیا ہوسکتی ہے کہ وہ آئمہ (سلام اللہ علیہم اجمعین) جنہوں نے پوری زندگی توحید کا پرچار کیا اور غلاۃ پر بھرپور لعنت بھیجی آج ان ہی کے نام پر شرک کی محافل سجائی جاتی ہیں اور "علی اللہ" جیسے نعروں سے مجالس گونجتی ہیں! بھلا پچھلے چند سو سال میں ایسا کیا بھونچال آ گیا جس کے باعث شیعہ عوام کی ایک بڑی تعداد غلو کی آفت میں مبتلا ہوگئی؟ آخر شیعہ علماء سے ایسی کیا بھول ہوئی جس کے سبب آج مجالس میں غالی ذاکرین کھلم کھلا اہل البیت کو خدا قرار دیتے اور آگے سے داد وصول کرتے ہیں؟

اس کی وجہ ہے شیعہ احادیث کی طرف سے لاپرواہی برتنا اور عوام کے درمیان شیعہ کتب کی اشاعت نہ کرنا۔ جب علمائے شیعہ نے شیعہ کتب کے اردو تراجم شائع نہیں کرائے اور عوام نے متقدمین کی تصانیف پڑھنا چھوڑ دیں تو اس وجہ سے غلو کا کیڑا ملت تشیع میں سرایت کر گیا۔ پس آج شیعہ عوام کا حال یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب کا نام تک نہیں بتا سکتے، کسی شیعہ راوی حدیث سے

واقف نہیں اور اہل البیت کی شان میں کوئی روایت کتب شیعہ میں تلاش نہیں کر سکتے۔ حد تو یہ ہوگئی کہ امیر المومنین (ع) کی ولایت وخلافت ثابت کرنے کے لیے سنیوں کی کتابوں سے حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں، مجالس کا آغاز واختتام برادران اہل السنّت کی تصانیف پر ہی ہوتا ہے، اور حق شناس عوام قال الباقر (ع) اور قال الصادق (ع) سننے کو ترس جاتی ہے۔

کسی عام شیعہ سے جا کر پوچھو کہ ہماری حدیث کی ایک کتاب کا نام بتاؤ تو آگے سے شاید نہج البلاغہ کے علاوہ کوئی جواب نہ ملے۔ الکافی، عیون اخبار الرضا اور وسائل الشیعہ کا شاید ہی کسی نے مطالعہ کیا ہو۔ شیعہ تصانیف سے لاپرواہی برتنے کے سبب حال یہ ہوا کہ شیعوں کے درمیان اسلامی تاریخ کو لے کر بہت سارے غلط نظریات رائج ہو گئے۔ بعض ایسے نظریات جنکی ہماری کتابوں میں کوئی بنیاد ہی نہیں انہیں شیعہ عوام نے حرز جان سمجھ لیا ہے۔ استغاثہ ہو یا شہادت ثالثہ، نادعلی ہو یا خطبہ البیان؛ متقدمین کی کتابوں اور انکے مسلک سے آگاہی نہ ہونے کے باعث شیعہ عوام نے بعض ایسے خیالات کو تشیع کی اساس سمجھ لیا ہے جو ماضی میں ہمارے مسلک کا حصہ نہیں تھے۔ چنانچہ اگر کسی مومن کو سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ "یا علی مدد" اسلامی سلام نہیں، امیر المومنین (ع) نے کبھی خود کو بسم اللہ کی ب کا نقطہ قرار نہیں دیا اور نبی پاک (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں تو وہ مانتا ہی نہیں۔ پس یہ کتابچہ اس موضوع پر لکھا جا رہا ہے کہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیاں تھیں کیونکہ یہی اہل البیت کے اصلی شیعوں کا سچا اور پرانا نظریہ ہے۔

شیعہ عوام نجانے کیوں اس بات پر مصر ہے کہ سیدۃ النساء (ع) اپنے والد کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔ چنانچہ وہ باقی بیٹیوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور رسول اللہ (ص) کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ ہماری کتب حدیث میں اور پرانے دور کے شیعہ علماء کے مطابق رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ میں اس کتابچہ میں چار بیٹیوں کے وجود پر کافی شیعہ روایات پیش کروں گا، متقدمین شیعہ کی آراء دکھاؤں گا اور بعض شبہات کا جواب دوں گا جو وحدت بنت رسول کے قائلین اٹھاتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ میرے دلائل کو ایمانداری سے پرکھنے کے بعد ایک حتمی رائے قائم کریں گے۔

آپکی دعاؤں اور نیک تمناؤں کا طلبگار ایک شیعہ محقق

میرا ٹوئیٹر اکاؤنٹ: @muslim_modest

بروز سوموار ۱۱ دسمبر ۲۰۲۳ء (جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ)

مسئلہ کی اہمیت

کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے عہد استقامت میں عیسائیوں سے مناظروں کا شوقین تھا۔لیکن عیسائیوں کے اس قول کا وہ جواب نہیں دے پاتا تھا کہ رسول اللہ (ص) فوت کیوں ہو گئے اور مسیح (ع) ابھی تک آسمانوں میں زندہ کیوں ہیں۔ مسیحی مشنری اس بات کو لے کر مسلمانوں پر برتری کا دعویٰ کرتے اور یہ چیز قادیانی پر بہت شاق گزرتی۔ چنانچہ اس نے مسیحیوں کو چت کرنے کی خاطر حیات مسیح کا ہی انکار کر دیا۔اس طرح مرزا کی گمراہی کا آغاز ہوا جو اس کو دعویٰ مسیحیت کے راستے دعویٰ نبوت کی طرف لے گئی۔معلوم ہوا کہ مخالفین کو شکست دینے اور مناظروں میں فتحیاب ہونے کی حرص نے اس بدبخت کی عاقبت خراب کر دی۔ پس بعض شیعہ بھی سنیوں سے مباحثوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اسلامی تاریخ کے واضح حقائق کا انکار کر دیتے ہیں۔

پچھلی صدی میں سرزمین پاکستان فرقہ وارانہ فسادات کا بھرپور شکار تھی اور نواصب کے ساتھ شیعوں کا ہر وقت ٹانکا بھڑا رہتا تھا۔ ایک ناصبی عالم دین بنوامیہ کی تعریف میں کتابیں لکھتا تو آگے سے شیعہ مناظرین اس کے رد میں کتابیں شائع کرتے۔امیر شام و یزید کے دفاع میں وہاں سے رسالے تصنیف کیے جاتے تو یہاں شیعوں کی طرف سے مدلل جواب بھیجا جاتا۔پس جب نواصب نے دامادی عثمان کو لے کر شور مچایا اور خلیفہ ثالث کی امیر المومنین (ع) پر فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی تو جواب میں بعض نام نہاد علماء نے رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کا ہی انکار کر دیا۔ یہ بالکل اس طرح ہے جیسے مرزا حیرتؔ دہلوی نے بنوامیہ پر تنقید سے بچنے کے لیے میدان کربلا میں امام الحسین (ع) کی شہادت کا ہی انکار کر دیا یا جیسے بعض نواصب دعویٰ کرتے ہیں کہ بنوامیہ کے دور میں منبروں سے امیر المومنین (ع) پر تبراء نہیں ہوتا تھا۔اپنے مخالفین کو شکست دینے کے لیے کسی مشہور تاریخی حقیقت کا انکار کر دینا تمام ہی فرقوں کا شیوہ بن گیا ہے۔لیکن کم از کم علی (ع) کے شیعوں کو تو اس قسم کے طفلانہ ہتھکنڈوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

لڑکپن سے مجھے شیعہ سنی اختلافی موضوعات پر کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ بالخصوص عبدالکریم مشتاق اور سماوی تیجانی کی کتب میں نے بارہا پڑھیں اور ان سے فیضیاب ہوا۔ یہ دونوں حضرات سنی سے شیعہ ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس قسم کے کافی مسائل چھیڑے جو شیعوں اور سنیوں کے درمیان نزاع کا باعث ہیں۔اس ہی طرح دیگر مشہور شیعہ مناظرین کی تصانیف پڑھنے کا بھی موقعہ ملا جنھوں نے شیعہ مسلک کا دفاع اور اہل السنّت کے اعتراضات کا رد کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔البتہ تعداد بنات رسول کے موضوع پر جو بھی کتابیں اور رسائل میں نے ملاحظہ کیے ان سب کا مقصد ایک ہی تھا: فاطمہ الزہرا (سلام اللہ علیہا) کو اپنے والد کی اکلوتی بیٹی ثابت کرنا۔ چونکہ اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ انٹرنیٹ پر شیعہ کتابیں کہاں سے پڑھی جاسکتی ہیں، میں نے ان شیعہ مناظرین کی بات پر یقین کر لیا۔ البتہ چند سال قبل مجھے عربی زبان میں شیعہ کتابوں کا دقیق مطالعہ کرنے کی سعادت ملی۔ میں نے انٹرنیٹ پر سید علی اصدق نقوی، علی عمران، نادر زاویری اور دیگر محققین کے رسائل پڑھے۔تب جا کر مجھے معلوم ہوا کہ شیعہ روایات کے مطابق خاتون جنت کا اپنے والد کی تنہا بیٹی ہونا

ثابت نہیں ہے بلکہ رسول اللہ (ص) کی مزید تین بیٹیاں بھی موجود تھیں۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ اگر سالہا سال تک آپ کو اس گمان میں مبتلا رکھا جائے کہ فلاں موضوع پر شیعوں کی رائے یہ ہے لیکن بعد میں ریسرچ کرنے پر آپ کو معلوم ہو کہ حقیقت تو بالکل برعکس ہے تو آپ پر کیا گزرے گی۔ میں نے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ یہ سمجھتے ہوئے گزار دیا کہ زینبؑ، رقیہؑ اور ام کلثومؑ رسول اللہ کی سگی بیٹیاں نہیں تھیں اور انٹرنیٹ پر اس بات کا دفاع بھی کیا۔ لیکن بعد میں جب مجھے شیعہ احادیث کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود ہی برحق ہے۔ پس شیعہ مناظرین کا حال یہ ہے کہ وہ سنیوں کو مناظروں میں چاروں شانے چت کرنے کے لیے ایسی بات کا بھی انکار بلا جھجک کر دیتے ہیں جو ایک مسلمہ و ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے۔ میرے لیے یہ بالکل اس ہی طرح ہے جیسے عصر حاضر کے نواصب نے شیعوں کا رد کرنے کی خاطر حدیث عمارؓ کے تواتر کا ہی انکار کر دیا۔ پس اکثر مناظرین اپنے ہی ہم مسلک افراد کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ مناظرین کے بجائے ہم شیعوں کو محققین و مصلحین کی گفتگو پر زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہدایت نصیب ہو۔

میں یہاں چند ایسی کتابوں کا ذکر کرتا چلوں جو بعض شیعہ علماء نے رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے انکار پر لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض کتب کا مطالعہ میں نے کر رکھا ہے جبکہ بعض کتب ایسی ہیں جنہیں پڑھ کر آدمی ورطہ حیرت میں غرق ہو جائے اور سوچنے لگے کہ بھلا اس قسم کے دلائل کس کم علم شخص کو متاثر کر سکتے ہیں۔ ان کتابوں کی حالت یہ ہے کہ شیعہ روایات پر توجہ نہیں دیتے اور اہل السنّت کی کتابوں کے استعمال سے اپنا غلط مؤقف زبردستی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

البتول فی وحدۃ بنت رسول: یہ کتاب مرزا یوسف حسین لکھنوی نے لکھی اور اسلامیہ مشن پاکستان نے شائع کی۔ یہ مختصر کتاب ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول: یہ ضخیم کتاب جامعہ منتظر کے غلام حسین نجفی شہید نے ۱۹۸۲ء میں تالیف کی اور کوئی ۵۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

بنات رسول روایات کے آئینہ میں: اس کتابچہ کے مصنف سید محمد ابراہیم ہیں اور یہ ۴۵ کے قریب صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتابچہ کو ۱۹۷۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔

پیشکش بنات النبی: میر مراد علی خان نے ''پیشکش سیریز'' میں کافی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ چنانچہ یہ رسالہ بنات النبی کے مسئلہ پر ہے۔ لیکن میر صاحب تحقیق کے میدان میں کورے ہیں۔

بنات النبی ام ربائبہ: عربی زبان میں شائع ہونے والی یہ شہرہ آفاق کتاب جعفر مرتضیٰ عاملی (مرحوم) کے قلم سے نکلی ہے۔ لیکن جعفر عاملی صاحب اپنے قول کے حق میں مضبوط دلائل پیش کرنے سے قاصر رہے۔

پس میں اپنی اس کتاب میں بنات النبی کی تعداد چار ہونے پر ہم اہل تشیع کی کتابوں سے قوی و معتبر روایات پیش کروں گا۔ میں یہ ثابت کروں گا کہ شیعوں کے نزدیک رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کا ایک سے زیادہ ہونا متواتر ہے۔ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ شیعہ

روایات سے ہی نہیں بلکہ اسلامی تاریخ اور علم الانساب سے بھی کورے ہیں۔اس مسئلہ کی اہمیت یہی ہے کہ ہم شیعہ عوام اپنی کتابوں پر توجہ دیں اور دیکھیں کہ ان میں کیا لکھا ہے۔شیعہ عوام مناظروں میں ملوث ہونے کے بجائے اپنا دین سمجھے اور تعلیمات معصومین سے واقفیت حاصل کرے۔مناظروں میں پڑنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ فیس بک اور ٹوئیٹر پر ایک شیعہ شخص سنی کتابوں سے ادھر ادھر کے حوالوں کی بھر مار کر دیتا ہے لیکن اپنی کسی کتاب سے کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتا۔اکثر شیعہ ایسے نظریات کا انٹرنیٹ پر دفاع کر رہے ہوتے ہیں جن کا تشیع سے کوئی تعلق نہیں۔بعض اوقات شیعہ نوجوان سنی کتابوں میں موجود ایسی روایات کا مذاق اڑاتے ہیں جو ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔چنانچہ ایک شیعہ کی ذمہ داری ہے کہ پہلے اپنے دین کو سمجھے اور شیعہ مسلک کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کرے۔سنیوں سے مناظروں میں پڑنے کے بجائے اپنی صفوں میں پوشیدہ غلاۃ کو بے نقاب کیا جائے۔صحیح السند شیعہ عقائد سے واقف ہوا جائے،شیعہ روایات کا فہم حاصل کیا جائے اور اپنے خود ساختہ نظریات و تعصّبات پر حدیث آئمہ کو ترجیح دی جائے۔

اس کتاب کے لکھنے کا یہی مقصد ہے کہ لوگوں کو آئمہ اہل البیت (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی روایات کا مطالعہ کرنے اور انہیں اپنی رائے پر مقدم رکھنے کی دعوت دی جائے۔رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کی تعداد محض ایک تاریخی مسئلہ ہے۔آپ چاہے ایک بیٹی کہیں یا چار بیٹیاں، اس سے آپ کے ایمان پر چنداں فرق نہیں پڑتا۔شیخ محمد حسین نجفی معروف بہ ڈھکوؒ چار بیٹیوں کے منکر تھے لیکن ان سے بہتر عالم دین سرزمین پنجاب میں پیدا نہیں ہوا۔چنانچہ میں یہ ہرگز نہیں کہتا کہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کو تسلیم کرنا کسی شیعہ پر واجب ہے۔بات صرف یہ ہے کہ اگر آپ سیدۃ النساء کو اپنے والد کی تنہا بیٹی مانتے تھے لیکن پھر آپ نے شیعہ روایات میں حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی سگی بہنوں کا ذکر دیکھا تو عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ پھر آپ اپنا پرانا نظریہ چھوڑ کر چار بیٹیوں کے وجود پر ایمان لے آئیں۔کیونکہ اپنے ذاتی خیالات اور آراء پر تعلیمات معصومین اور فرامین فقہائے شیعہ کو مقدم رکھنا ہی تشیع کی بنیاد ہے۔پس جو عقیدہ یا نظریہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں اس کا دفاع نہیں کیا جائے گا اور جو عقیدہ یا نظریہ قرآن وسنت سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔صحیح حدیث ملنے پر اپنی سابقہ رائے کو بدل دیں، اپنی رائے کو بچانے کے لیے صحیح حدیث کا انکار مت کریں۔

اب میں قرآن مجید فرقان حمید، احادیث معصومین، فرامین علمائے شیعہ اور عقلی دلائل کی روشنی میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود ثابت کروں گا۔یہ براہین اس امر کی طرف اشارہ کریں گے کہ رسول اللہ (ص) کی دختران اربعہ کا وجود متقدمین شیعہ کے نزدیک ایک حقیقت تھی اور سیدۃ النساء کو اپنے والد کی اکلوتی بیٹی قرار دینا غلاۃ کی بدعت ہے۔

قرآنی دلیل

تاریخی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں ام المومنین حضرت خدیجہؑ کے بطن مبارک سے چھ بچے پیدا ہوئے جن میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ پس بیٹوں کے نام القاسم اور عبداللہ ہیں جنہیں طیب و طاہر کے القابات دیے گئے ہیں۔ جبکہ بیٹیوں کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔ ان بچیوں میں سے پہلی تین کا تو انتقال نبی پاک (ع) کی حیات طیبہ میں ہی ہو گیا تھا جبکہ حضرت سیدۃ النساء (سلام اللہ علیہا) نے والد کی وفات کے چند ماہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ زینب بنت رسول اللہ کا انتقال ۸ھ میں ہوا تھا۔[۱] آیت حجاب زینبؑ کی وفات سے قبل نازل ہوئی۔ اس طرح رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بیٹیوں کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اللہ (عزوجل) کا فرمان عالیشان ہے: ''اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہو کہ وہ خود پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں۔ اس کے سبب وہ (شرفاء کی عورتوں کی حیثیت سے) پہچان لی جائیں گی تو انہیں ہراساں نہیں کیا جائے گا۔ اور اللہ بخش دینے والا، مہربان ہے۔''[۲] اس آیت میں اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بیٹیوں کے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ یہاں نبی کی بیٹیوں سے مراد مسلمان عورتیں ہیں کیونکہ آیت میں آگے ہی مومنین کی عورتوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ اس آیت میں اگرچہ لفظ ''بناتک'' موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد صرف ایک ہی بیٹی ہے، اس شخص کو بتایا جائے گا کہ اگرچہ بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ جمع کا صیغہ ایک ہی انسان کے لیے استعمال کرتا ہے (مثلاً رکوع میں زکوٰۃ دینے والی آیت) لیکن ضروری نہیں کہ یہ بات ہر آیت پر صادق آئے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ اس آیت میں بھی جمع کا صیغہ واحد کے لیے مستعمل ہے محض ایک قیاس ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ یہاں بیٹیوں سے مراد صرف بیٹیاں ہی ہیں۔

یہاں میں وضاحت کر دوں کہ رسول اللہ (ص) کی سب سے بڑی بیٹی زینبؑ کا نکاح زینبؑ کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص سے ہوا جو حضرت خدیجہؑ کی بہن ہالہؑ کا لڑکا تھا۔ ابوالعاص کے باپ کا تعلق بنو عبد شمس سے تھا۔ شروع میں ابوالعاص کافر تھا لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا چنانچہ رسول اللہ (ص) نے اس کو زینبؑ کے ساتھ اصل نکاح کی طرف پلٹا دیا۔ حضرت زینبؑ کے یہاں ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئی۔ علی تو بچپن میں راہی ملک عدم ہوا اور امامہ حیات رہیں۔ امامہ نے بعد ازاں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب (ع) سے شادی کی اور ایک بیٹی فاطمہ کو جنم دیا۔ ہم امامہ سے شادی کے متعلق روایات یہاں نقل کریں گے جو کافی دلچسپ ہیں۔ امامہ کا زینبؑ بنت رسول اللہ کی دختر اور ابوتراب (ع) کی بیوی ہونا قطعی بات ہے۔

رسول اللہ (ص) کی دوسری اور تیسری بیٹیوں کی شادیاں ابولہب کے فرزندوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئیں۔ مگر اعلان نبوت کے بعد قریش نے ان دونوں سے کہا کہ محمد (ص) کی بچیوں کو طلاق دے دو۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا اور یہی وہ دو لوگ ہیں جن کی

ماں ام جمیل کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ تبت یدا ابی لہب میں موجود ہے۔ان کا تیسرا بھائی معتب بھی ام جمیل سے تھا جو بعدازاں عتبہ کے ساتھ ایمان لے آیا۔عتیبہ کو رسول اللہ (ص) نے بددعا دی جس کے سبب ایک شیر کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔نبی کریم (ص) کی ان دو بیٹیوں نے ایک کے بعد ایک خلیفہ عثمان سے شادی کی جن کا تعلق بنوامیہ سے تھا۔ایک بیٹی کا انتقال جنگ بدر کے موقعے پر طویل علالت کے بعد ہوا جبکہ دوسری بیٹی کا انتقال کئی سال بعد جا کر ہوا۔اس بات میں اختلاف میں ہے کہ آیا خلیفہ ثالث نے رقیہؓ سے پہلے نکاح کیا تھا یا ام کلثومؓ سے۔اہل السنّت کے نزدیک پہلا نکاح رقیہؓ سے ہوا لیکن بعض شیعہ مؤرخین کے نزدیک ام کلثومؓ پہلی بیوی تھیں۔ان دونوں کے مصائب بھی یہاں بیان کیے جائیں گے اور بتایا جائے گا کہ ان دختران رسول کو شادی کے بعد کن افسوسناک حالات کا شکار ہونا پڑا۔خلیفہ ثالث کے یہاں ایک دختر رسول سے عبداللہ نام کا ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جو بچپن میں فوت ہو گیا۔پس اس طرح نسل رسول صرف خاتون جنت فاطمہ (ع) سے چلی۔پس یہ رسول اللہ (ص) کی تین بیٹیوں کے حالات زندگی ہیں۔

تاریخی اعتبار سے یہ ثابت ہے کہ ۸ھ یا ۹ھ تک رسول اللہ (ص) کی چار میں سے تین بیٹیاں فوت ہو گئیں تھی۔چنانچہ ان حقائق کی روشنی میں ان احادیث کا مطالعہ کیجئے گا جو آگے نقل کی جائیں گی۔یاد رکھیں کہ سورۃ الاحزاب کی رو سے گود لی ہوئی اولاد کو اپنے نام سے پکارنا جائز نہیں۔چنانچہ جس طرح زید ابن حارثہؓ پہلے زید ابن محمد مشہور تھے لیکن آیت اترنے کے بعد اپنے والد کے نام سے جانے گئے، نبی کریم (ص) کی بیٹیاں بھی اگر لے پالک ہوتیں تو اپنے باپوں کے نام سے جانی جاتیں یا کم ازکم ان کے باپوں کے نام تاریخ میں لکھے گئے ہوتے۔مثال کے طور پر مقداد (رضی اللہ عنہ) کے والد کا نام عمرو تھا لیکن وہ گھر سے بھاگ کر مکہ تشریف لے آئے اور بنوکندہ کے ایک شخص الاسود کے غلام بن گئے۔آقا نے فرمانبرداری سے خوش ہو کر بیٹا بنالیا اور نام مقداد ابن الاسود پڑ گیا۔البتہ تاریخ میں مقدادؓ کے حقیقی والد کا نام موجود ہے۔چنانچہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ رسول اللہ (ص) نے اگر تین بچیاں گود لے کر گھر میں پالی ہوتیں تو ان لڑکیوں کے اصلی باپوں کے اسمائے گرامی ماہرین انساب نقل نہیں کرتے۔البتہ یہ اس موضوع پر ایک عقلی دلیل ہے جو میں نے بخار سے شفایابی اور ملیریا تشخیص نہ ہونے کی خوشی میں پہلے ہی نقل کر دی۔پس میں یہاں قرآنی دلائل تمام کرتا ہوں۔

اخباری دلائل

ممکن ہے کہ قرآنی دلائل پر کچھ لوگ اعتراض کریں اور انہیں ناکافی قرار دیں۔ چنانچہ ہم یہاں اس قرآنی آیت کی تفسیر اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیوں کے وجود کے حق میں بعض روایات پیش کرتے ہیں۔ بیشتر روایات ہم نے متقدمین شیعہ کی کتب سے نقل کی ہیں۔ ان روایات میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض ضعیف لیکن مجموعی طور پر یہ تمام احادیث ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ ان تمام روایات کی روشنی میں یہ واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کے وجود پر معنوی تواتر موجود ہے۔ اب اگر کوئی ان روایات کی موجودگی میں بھی ایک بیٹی کے وجود پر اصرار کرے تو پھر وہ اپنے تئیں ہم شیعوں کے سرمایہ حدیث کو جھٹلا رہا ہے۔

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) کی باقی تین بیٹیوں کے متعلق ہمیں احادیث میں کچھ نہیں ملتا۔ چنانچہ یہاں آپ کو ان تین بیٹیوں کے مختصر حالات زندگی، مصائب اور فضائل مل جائیں گے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت (ص) اور سیدۃ النساء بی بی فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا) کو ان تینوں خواتین سے کس قدر محبت تھی۔ ان بیٹیوں کے مصائب سن کر آپ جان لیں گے کہ امت نے اہل البیت کے ساتھ بیوفائی حیات پیغمبر میں ہی شروع کر دی تھی اور پیغمبر اکرم (ص) کی بیٹیاں بھی اس ظلم وستم کا شکار ہوئیں جو بعد میں فدک کی جائیداد سے محرومی اور میدان کربلا میں شہادت الحسین کا باعث بنا۔ پس ان تین بیٹیوں کا وجود ہم شیعوں کے قول کو تقویت بخشتا ہے اور دیگر مسلمانوں پر حجت قائم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ یہ ایک درجن سے زائد روایات کچھ اس طرح ہیں:

پہلی حدیث

شیخ کلینیؒ بیان کرتے ہیں علی ابن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی جنہوں نے ابن ابی عمیر سے روایت کی جنہوں نے حماد ابن عثمان سے روایت کی جنہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (ع) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) بیٹیوں کے باپ تھے۔''[۳]

یہ حدیث معتبر ہے اور تمام رواۃ اعتماد والے لوگ ہیں۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بچیاں تھیں کیونکہ سورۃ الاحزاب کی آیت کی رو سے لے پالک بچوں کو اپنے نام سے نہیں بلایا جا سکتا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''...اور اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے، اور اللہ حق بولتا اور (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپ کا ہی کہہ کر پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے...''[۴] پس معلوم ہو گیا کہ لے پالک بچوں کو ان کے اصلی باپ کے نام سے ہی پکارا جائے گا۔ ایسا ممکن نہیں کہ امام جعفر الصادق (ع) یا دیگر آئمہ ان بچیوں کو رسول اللہ کی بیٹیاں پکارتے اگر یہ اصل میں کسی اور شخص کی سگی بیٹیاں ہوتیں۔

دوسری حدیث

کلینیؒ رقم طراز ہیں کہ محمد ابن یحییٰ نے احمد ابن محمد (ابن عیسیٰ) سے روایت کی جنہوں نے عبدالرحمٰن ابن ابی نجران سے روایت کی جنہوں نے صفوان سے روایت کی جنہوں نے خلف ابن حماد سے روایت کی جنہوں نے الحسین ابن زید الہاشمی سے روایت کی جنہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''زینب عطر فروش نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی بیویوں اور بیٹیوں کے پاس آئی اور وہ انہیں عطر فروخت کرتی تھی...'' [۵]

پس یہاں بھی رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بیٹیوں کے وجود کا ذکر ہے۔ یہ حدیث کافی میں دو اسناد کے ساتھ موجود ہے۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو علامہ مجلسیؒ نے ایک مقام پر حسن [۶] جبکہ دوسرے مقام پر مجہول [۷] قرار دیا ہے۔ جو حدیث میں نقل کر چکا ہوں وہ مجلسیؒ کے نزدیک مجہول ہے البتہ ایک دوسری سند جو کتاب معیشت [۸] میں موجود ہے اس کو حسن کہتے ہیں۔ دونوں اسناد میں تمام ہی رواۃ ٹھیک ہیں اور مسئلہ صرف حسین ابن زید کی توثیق کا ہے۔ یہ زید شہیدؒ کے بیٹے ہیں اور ان کا تذکرہ ہماری کتابوں میں موجود ہے [۹] البتہ ان کی توثیق دستیاب نہیں۔ اس حدیث کو حسین ابن زید سے ہی متصل ایک تیسری سند کے ساتھ شیخ صدوقؒ نے نقل کیا۔ [۱۰] چنانچہ یہ روایت کچھ نہ کچھ حد تک معتبر ضرور ہے۔ معلوم رہے کہ کتاب معیشت والی روایت میں نبی (ص) کی بیویوں کا ہی ذکر ہے، بیٹیوں کا نہیں۔ مگر باقی دو روایات میں بیٹیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ تو اس پر غور کیا جائے۔

تیسری حدیث

شیخ صدوقؒ بغیر کسی سند کے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فرمایا: ''میں تو فقط تم جیسا ایک بشر ہوں۔ میں تم میں رشتے بھیجتا ہوں اور تمہیں رشتے دیتا ہوں سوائے فاطمہ کے کیونکہ بیشک اسکا رشتہ آسمان سے نازل ہوا۔'' [۱۱]

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ صدوقؒ نے چونکہ اس روایت کی کوئی سند نہیں لکھی اس لیے یہ حدیث مجہول ٹھہرتی ہے۔ البتہ چونکہ صدوقؒ کے نزدیک ان کی کتاب فقیہ میں موجود تمام روایات صحیح ہیں، ہم نے اسے یہاں لکھ دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں سیدۃ النساء (سلام اللہ علیہا) کے علاوہ بھی بیٹیاں تھیں جن کا رشتہ آپ نے مسلمانوں سے کیا البتہ حضرت فاطمہ کا رشتہ آسمان سے اترا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنی اس بیٹی کی شادی پسر ابی طالب سے کردو۔ چنانچہ یہ خاتون جنت کی اپنی بہنوں اور امت مسلمہ کی تمام عورتوں پر ایک بڑی فضیلت ہے۔ یہ حدیث اس صورت میں کام نہیں کرتی اگر رسول اللہ (ص) کی کوئی اور سگی بیٹی ہوتی ہی نہیں۔ یہ حدیث میں نے یہاں اس وجہ سے بھی نقل کی کیونکہ صدوقؒ کی ہی مرسل روایات کا استعمال کرتے ہوئے بعض غلاۃ سیدزادی غیر سید کے نکاح کی حرمت پر استدلال کرتے ہیں۔ پس اگر شیخ صدوقؒ کی فقیہ کی مرسلات آپ کے نزدیک حجت ہیں تو پھر مندرجہ بالا خبر کی رو سے تو رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود بھی ثابت ہوگیا۔ اگر آپ اس خبر کا انکار کرتے ہیں تو پھر صدوقؒ کی دیگر مرسلات سے بھی رجوع کر لیجئے۔

چوتھی حدیث

کلینیؒ نے لکھا کہ علی ابن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی جنہوں نے حماد ابن عیسیٰ سے روایت کی جنہوں نے ابی عبداللہ امام جعفر ابن محمد الصادق (ع) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے اپنی ساری بیٹیوں کی شادی نہیں کی اور اپنی کسی بیوی سے نکاح نہیں کیا (کسی) ایسے (مہر) پر جو بارہ اوقیہ اور نش سے زیادہ ہو۔ اوقیہ چالیس اور نش بیس درہم ہوتے ہیں۔'' [۱۲]

یہ حدیث اہل سنت نے بھی روایت کی ہے۔[۱۳]

اس حدیث کو ایک دوسری سند کے ساتھ شیخ صدوقؒ نے بھی لکھا ہے [۱۴] جسکے مطابق محمد ابن ابی عمیر ایک مجہول شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن گمان یہی ہے کہ وہ مجہول انسان حماد ابن عیسیٰ ہیں۔ مزید یہ کہ متقدمین کے نزدیک ابن ابی عمیر کی مراسیل بھی حجت ہیں چنانچہ الکافی کی سند کی موجودگی میں ہم اس روایت کو مقبول تسلیم کرتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے ثابت ہے کہ رسول اللہ (ص) نے اپنی کسی بھی بیٹی کے نکاح میں پانسو درہم سے زیادہ کا مہر نہیں رکھا اور اپنی کسی بھی بیوی کو مہر میں پانسو درہم سے زیادہ مال نہیں دیا۔ مختلف محققین کے نزدیک مہر کی یہ رقم ڈھائی سے تین لاکھ کے قریب بنتی ہے اور یہی سنت ہے۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور (ص) کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں ورنہ یہاں جمع کا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔

پانچویں حدیث

شیخ الحر العاملیؒ نے ابن ادریس حلیؒ کی کتاب السرائر سے نقل کیا جنہوں نے ابان کی کتاب سے نقل کیا جنہوں نے ثعلبہ ابن میمون سے روایت کی جنہوں نے محمد ابن قیس الاسدی سے روایت کی جنہوں نے ابو جعفر حضرت امام محمد ابن علی الباقر (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے منافقین کو رشتہ دیا: (ایک تو) ابوالعاص ابن الربیع ہے' اور دوسرے (کے نام) پر خاموش ہوگئے۔[۱۵]

یہی روایت احمد ابن محمد ابن عیسیٰ الاشعری کی کتاب النوادر میں بھی موجود ہے [۱۶] جس کی سند کچھ یوں ہے: ابن ابی عمیر، حماد ابن عثمان، معمر، امام جعفر الصادق (علیہ السلام)۔ البتہ النوادر کی اپنی سند ثابت نہیں اور السرائر میں ابن ادریس نے ابان تک اپنی سند نہیں دی چنانچہ یہ حدیث ضعیف ٹھہرتی ہے۔ وسائل میں اس حدیث کا ایک اور شاہد موجود ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بقول امام جعفر الصادق (ع) حضور اکرم (ص) نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں ابوالعاص اور خلیفہ ثالث سے کیں۔ یہ احادیث اس باب میں وارد ہوئی ہیں جو منافقین سے نکاح کے جواز میں ہے۔ حدیث کے مطابق محمد ابن عمر ابن عبدالعزیز الکشیؒ نے محمد ابن قولویہ سے روایت کی جنہوں نے سعد ابن عبداللہ سے روایت کی جنہوں نے احمد ابن ہلال سے روایت کی جنہوں نے الحسن ابن محبوب سے روایت کی جنہوں نے علی ابن رئاب سے روایت کی جنہوں نے زرارہ ابن اعین اور امام جعفر ابن محمد الصادق (ع) کے بیچ ہونے والی ایک گفتگو کا ذکر کیا جس کے مطابق امام زرارہ سے

فرمانے لگے: ''...یقیناً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے ابا العاص ابن الربیع اور عثمان ابن عفان کو رشتہ دیا اور عائشہ وحفصہ وغیرہما سے شادی کی...''[۱۷] پس اس حدیث کی سند میں احمد ابن ہلال ایک کذاب راوی ہے لیکن ابن غضائریؒ کے بیان کے مطابق اگر ابن ہلال الحسن ابن محبوب یا محمد ابن ابی عمیر سے روایت کرے تو مقبول ہے۔ پس یہاں ابن محبوب سے حدیث بیان کرنے کی وجہ سے اس روایت کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ کا اپنی تین بیٹیاں ان دو اشخاص کو دینا ثابت ہے۔ اس بات کے ثبوت میں تین روایات ہم نے پانچویں حدیث کے تحت لکھ دیں۔

چھٹی حدیث

شیخ کشیؒ لکھتے ہیں کہ ان سے قم کے دو لوگوں محمد ابن قولویہ اور الحسین ابن الحسن ابن بندار نے بیان کیا جنہوں نے سعد ابن عبداللہ ابن ابی خلف قمی سے روایت کی جنہوں نے الحسن ابن موسیٰ خشاب سے روایت کی جنہوں نے محمد ابن عیسیٰ ابن عبید سے روایت کی جنہوں نے علی ابن اسباط سے روایت کی جنہوں نے عبداللہ ابن سنان سے روایت کی جنہوں نے ابا عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) کو فرماتے سنا: ''امیر المومنین (علیہ السلام) کے ساتھ قریش میں سے پانچ نفر تھے... پنجم امیر المومنین کا ہم زلف اور نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا داماد ابو الربیع ابن ابو العاص ابن ربیعہ۔''[۱۸]

یہ حدیث معتبر ہے اور اس کے مطابق ابو العاص رسول اللہ (ص) کا داماد تھا۔ اگرچہ اس کے نام میں کاتب نے تحریف کی ہے اور ابو الربیع ابن ابو العاص لکھ دیا ہے۔ ابو العاص کا نام قاسم بتایا جاتا ہے اور اس کے باپ کا نام الربیع ابن عبد العزیٰ ابن عبد شمس ابن عبد مناف تھا۔ اس کی والدہ ہالہؓ نے الربیع کے مرنے کے بعد اس کے بھائی ربیعہ سے نکاح کر لیا۔ ابو العاص کو یہاں امیر المومنین (ع) کا شیعہ بتایا گیا ہے حالانکہ تاریخی اعتبار سے اس کا جمل وصفین میں حاضر ہونا ثابت نہیں اور پچھلی روایات کی روشنی میں وہ ایک منافق تھا۔ لیکن اللہ اسکا حال بہتر جانتا ہے۔ الاصابہ اور الاستیعاب کے مطابق اسنے خلیفہ اول کے عہد میں انتقال کیا۔ پس یہ حدیث سنداً ٹھیک ہے لیکن اس کا متن مشکوک ہے۔ البتہ یہ تنہا حدیث نہیں جس میں ابو العاص کا تذکرہ داماد رسول کے طور پر ہوا۔ اس مسئلہ پر مزید روایات ہم آپ کے گوش گزار کریں گے اور چار بیٹیوں کے وجود پر اصرار کریں گے۔

ساتویں حدیث

سید رضیؒ نے امیر المومنین (ع) کا خطبہ نقل کیا کہ جب لوگ خلیفہ ثالث سے ناراض ہوئے اور امیر المومنین کو سفیر بنا کر بھیجا تو امیر المومنین نے عثمان سے یوں گفتگو کی: ''...ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب حق پر عمل کرنے کا تم سے زیادہ حق نہیں رکھتے تھے۔ اور تم (قبائلی اور خاندانی) قرابتداری کی وجہ سے ان دونوں سے زیادہ رسول اللہ (ص) کے نزدیک ہو۔ اور آپ کی دامادی سے تمہیں وہ (سعادت) ملی جو ان دونوں کو نصیب نہیں ہوئی۔''[۱۹]

یہاں کچھ چیزیں واضح ہو جائیں۔اول تو یہ کہ نہج البلاغہ شیعوں کی معتبر ترین کتاب نہیں ہے اوراس میں لکھی ہر بات صحیح نہیں۔نہج البلاغہ کے مصنف نے اس نیت سے یہ کتاب تالیف کی تھی کہ فصاحت اور بلاغت کے میدان میں جو کلام امیر المومنین (ع) سے منسوب ہو اسے ایک مقام پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ سید رضیؒ نے شیعہ سنی کتابوں کا استعمال کر کے اپنی شہرہ آفاق تصنیف لکھی۔نہج البلاغہ میں موجود اکثر خطبات وخطوط واقوال درحقیقت سنی کتابوں سے ماخوذ ہیں اور ہم شیعوں پر حجت نہیں۔لیکن میں نہج البلاغہ سے استدلال اس لیے کر رہاں ہوں کیونکہ پاکستانی شیعوں کی بھاری اکثریت نجانے کیوں نہج البلاغہ کو قرآن مجید کے بعد اپنی مقدس ترین کتاب خیال کرتی ہے۔تو اس خطبے میں دامادی عثمان کی طرف واضح اشارہ ہے۔حالانکہ یہ خطبہ تاریخ طبری سے لیا گیا ہے[۲۰] اور شیخ مفیدؒ بھی اپنی کتاب الجمل میں المدائنی کی روایت سے اس خطبے کا ذکر کرتے ہیں۔[۲۱] چنانچہ شیعوں کے نزدیک یہ خطبہ تاریخی اعتبار سے مقبول ہے اور دیگر احادیث کو ملا کر دیکھا جائے تو اس کا صحیح ہونا قوی ہے۔مزید یہ کہ بعض علماء نے دعویٰ کیا کہ امیر المومنین (ع) نے محض خلیفہ وقت کو سمجھانے اور صراط مستقیم پر لانے کے لیے دامادی کا ذکر کیا۔حالانکہ مسئلہ صرف یہ ہے کہ اگر وہ دونوں لڑکیاں رسول اللہ (ص) کی لے پالک بچیاں ہوتیں تو پھر خلیفہ ثالث کو بھی اس بات کا علم ہوتا کہ وہ حقیقی داماد رسول نہیں۔تو اس صورت میں خلیفہ ثالث کی دامادی کو ان ہی کے روبرو زیر بحث لانا معقول بات نہ ہوتی۔پس دامادی عثمان کا ذکر کرنے کا سبب ہی یہ تھا کہ وہ واقعتاً رسول اللہ کے داماد بنے۔ چنانچہ امیر المومنین (ع) نے دامادی کا ذکر کر کے کافی اچھی ڈپلومیسی کی۔

آٹھویں حدیث

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیاں تھیں تو ان سب کے نام کتابوں میں موجود کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تین مختلف اسناد کے ساتھ روایات موجود ہیں جن میں رسول اللہ (ص) کی چاروں بیٹیوں کو آپ کی سگی اولاد کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس بچی کی شادی کس آدمی سے ہوئی۔عبداللہ ابن جعفر حمیریؒ نے کہا کہ ہارون ابن مسلم مسعدہ ابن صدقہ سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت امام جعفر ابن محمد (علیہما السلام) سے روایت کی جنہوں نے اپنے والد سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں خدیجہ سے پیدا ہوئے: القاسم، الطاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب۔عثمان ابن عفان نے ام کلثوم سے نکاح کیا لیکن ابھی ان کے ساتھ مقاربت نہ کی تھی کہ وہ فوت ہو گئیں۔اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے ان کی جگہ ان کی شادی رقیہ سے کر دی۔پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں ام ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے...''[۲۲]

مجھے اس حدیث کو لے کر ایک لطیفہ یاد آ گیا جو میں نے ملاحظہ کیا۔ایک پاکستانی عالم دین کو میں نے اپنی ایک عزیزہ کے توسط سے اپنا رسالہ کثرت بنات رسول پر بھیجا تو آگے سے انہوں نے کچھ حوالہ جات ارسال کیے جو وحدت بنت رسول کے حق میں تھے۔ان میں سے ایک میر مراد علی خان صاحب کا رسالہ تھا جسکا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں۔اس رسالے میں میر صاحب نے قرب الاسناد کی اس ہی روایت کی تکذیب کرنے کی حماقت کی اور اپنے زعم میں ماہر رجال حدیث بنتے وقت یہ بھول گئے کہ یہ کتاب عبداللہ ابن جعفر حمیری نے لکھی

ہے جو عسکری (ع) کے صحابی اور ایک ثقہ راوی حدیث ہیں، نہ کہ السید حمیری نے جو امام جعفر الصادق (ع) کا صحابی تھا۔ میر صاحب نے فخر سے لکھ دیا کہ اس کتاب قرب الاسناد کا مؤلف حمیری تو شرابی تھا۔ حالانکہ جس حمیری پر شارب الخمر ہونے کی تہمت ہے وہ السید حمیری ہے۔ لیکن السید حمیری شرابخور ہونے کے باوجود ثقہ ہے کیونکہ امام جعفر الصادق (ع) کے یہاں اس کی کچھ اور ہی قدر و منزلت تھی۔ بس یہ حال ہے ان نام نہاد محققین کا کہ انہیں دو حمیریوں کے درمیان فرق کرنا بھی نہیں آتا اور چلے ہیں احادیث کا انکار کرنے!

لیکن کیا یہ حدیث معتبر ہے؟ اس میں علمائے شیعہ کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض رجالی ماہرین کے نزدیک ہارون ابن مسلم اور مسعدہ ابن صدقہ والی سند صحیح ہوتی ہے لیکن دیگر ماہرین کے مطابق اس سند میں اشکال ہے۔ دوسرے یہ کہ قرب الاسناد کا جو نسخہ ہم تک پہنچا ہے اس کی اپنی سند میں مسئلہ ہے۔ اس نسخے کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ یہ روایت رجالی قوانین کی رو سے ضعیف ہے۔

البتہ یہی روایت صدوقؒ نے دو اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔ والد شیخ صدوق اور ابن الولید (رضی اللہ عنہما) نے سعد ابن عبداللہ سے روایت کی جنہوں نے احمد ابن ابی عبداللہ البرقی سے روایت کی جنہوں نے اپنے والد سے روایت کی جنہوں نے ابن ابی عمیر سے روایت کی جنہوں نے علی ابن ابی حمزہ سے روایت کی جنہوں نے ابوبصیر سے روایت کی جنہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں خدیجہ سے القاسم، الطاہر جو عبداللہ تھے، ام کلثوم، رقیہ، زینب، اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔ علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) نے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) سے شادی کی۔ ابوالعاص ابن الربیع جو بنی امیہ میں سے ایک شخص تھا اس نے زینب سے شادی کی۔ عثمان ابن عفان نے ام کلثوم سے شادی کی لیکن وہ مقاربت سے قبل ہی انتقال کر گئیں۔ جب وہ (مسلمان) بدر کی طرف فوج لے کر گئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے ان کی (یعنی عثمان کی) شادی رقیہ سے کر دی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں ماریہ قبطیہ جو ام ابراہیم تھیں ان سے ابراہیم پیدا ہوئے۔''[۲۳] پس یہ وہ پہلی سند ہے جس کے ساتھ شیخ صدوقؒ نے رسول اللہ (ص) اور جناب خدیجہؑ کے چھ بچوں کے وجود کی طرف اشارہ کیا۔

اس کے علاوہ ایک دوسری سند کچھ یوں ہے: ابن الولید، محمد ابن الحسن الصفار، البرقی، ابوعلی الواسطی، عبداللہ ابن عصمہ، یحییٰ ابن عبداللہ، عمرو ابن ابی المقدام، اس کا باپ، امام جعفر الصادق (علیہ السلام)۔[۲۴] اس کے مطابق ایک مرتبہ جب بنت ابی بکر نے ام المومنین خدیجہؑ کی تنقیص کر کے فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا) کو رلایا تو آنحضرت نے اپنی زوجہ کو ڈانٹ پلاتے ہوئے بیان کیا کہ خدیجہؑ نے آپ کے لیے چھ بچوں کو جنم دیا جن میں سے چار بیٹیاں زینب، ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ ہیں۔ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوعلی الواسطی اور عبداللہ ابن عصمہ بالکل ہی مجہول ہیں۔ البتہ یہ تینوں ملا کر ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں اور مجموعاً صحیح ہیں۔ پس یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ شیعوں کے نزدیک رسول اللہ کی ایک بیٹی کا انتقال جنگ بدر کے دوران ہو گیا تھا اور ابھی وہ اپنے شوہر کے گھر رخصت نہیں ہوئیں تھی۔ یہ حضرت فاطمہ (ع) اور امیر المومنین (ع) کے نکاح اور رخصتی سے کچھ پہلے کا تذکرہ ہے کیونکہ ان دونوں کی شادی جنگ بدر کے بعد ہوئی تھی۔ پس رسول اللہ (ص) نے اپنی ایک اور بیٹی خلیفہ ثالث کے نکاح میں دے دی۔ لیکن اس بیچاری کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ پس یہاں آٹھویں حدیث کے ضمن میں تین مختلف الاسناد روایات ہم نے آپ کو دکھا دی ہیں۔

نویں حدیث

شیخ الطوسیؒ رقم طراز ہیں: ''اور روایت ہے کہ امیر المومنین (ع) نے فاطمہ (ع) کے ساتھ مقاربت کی فاطمہ کی بہن رقیہ عثمان کی زوجہ کے انتقال کے سولہ روز بعد۔ اور یہ آپ کے بدر سے لوٹنے کے بعد کا (واقعہ) ہے۔ اور یہ (نکاح) شوال کے آخری ایام کی (بات) ہے...''[۲۵]

یہ حدیث بغیر کسی سند کے ہے چنانچہ ضعیف ٹھہرتی ہے۔ لیکن یہاں اس بات کا واضح ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ (ع) کی ایک بہن زوجہ خلیفہ ثالث تھیں۔ مزید یہ کہ اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے کہ خلیفہ ثالث کی پہلی بیوی رقیہؓ اور دوسری بیوی ام کلثومؓ بنات رسول اللہ تھیں۔

دسویں حدیث

کلینیؒ لکھتے ہیں کہ حمید ابن زیاد نے الحسن ابن محمد ابن سماعہ سے روایت کی جنہوں نے ایک سے زیادہ افراد سے روایت کی جنہوں نے ابان سے روایت کی جنہوں نے ابی بصیر سے روایت کی جنہوں نے امام محمد الباقر (علیہ السلام) یا امام جعفر الصادق (ع) میں سے کسی ایک سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''جب رقیہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) فوت ہوئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) گویا ہوئے: 'ہمارے اسلاف صالحہ عثمان ابن مظعون اور [اس کے] ساتھیوں سے ملحق ہو جاؤ'۔ اور فاطمہ (علیہا السلام) قبر کے کنارے کھڑی تھیں (جبکہ) آپ کے آنسو قبر میں گر رہے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اپنے آنسو اپنے کپڑوں پر گرا رہے تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر دعا کی: 'میں اس کی (یعنی رقیہ کی) کمزوری سے واقف ہوں اور اللہ (عزوجل) سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اس کو قبر کے بھینچ لینے سے محفوظ رکھے'۔''[۲۶]

یہ خبر الحسین ابن سعید الاہوازیؒ نے بھی ایک ضعیف سند کے ساتھ نقل کی ہے۔[۲۷] یہاں میں بتاتا چلوں کہ آٹھویں حدیث میں علی ابن ابی حمزہ ضعیف راوی ہے جس پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک جب وہ ابو بصیر سے روایت کرے تو یہ اس کے استقامت کے دور کی حدیث ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس روایت کو ضعیف مان بھی لیا جائے تب بھی ہمارے پاس دو درجن کے قریب اخبار اپنے قول کے حق میں پیش کرنے کے لیے دستیاب ہیں۔ رہی بات دسویں حدیث کی تو یہ آیت اللہ خوئیؒ[۲۸] اور آیت اللہ محسنیؒ[۲۹] کے نزدیک معتبر ہے یعنی الکافی کی سند میں اشکال نہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ رقیہؓ نے ام کلثومؓ سے پہلے انتقال کیا تھا وگرنہ رسول اللہ (ص) یہاں عثمان ابن مظعونؓ کا ذکر نہ کرتے جو ہجرت کے کچھ ہی عرصے بعد جنت مکیں ہو گئے تھے۔ مزید یہ کہ ہمیں رقیہؓ بنت رسول اللہ کے جنازے کی ایک افسوسناک اور دل کو لگنے والی روایت مل گئی جس میں باپ اور بیٹی مل کر گریہ کر رہے ہیں۔ پس دسویں حدیث میں ہم نے دو روایات پیش کر دیں۔

گیارہویں حدیث

رمضان کے مہینے کے اعمال پر مشتمل ایک طویل روایت کے آخر میں رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کا ذکر موجود ہے۔ شیخ طوسیؒ لکھتے ہیں کہ محمد ابن یعقوب نے علی ابن ابراہیم سے روایت کی جنھوں نے اپنے والد سے روایت کی جنھوں نے ابن محبوب سے روایت کی جنھوں نے علی ابن رئاب سے روایت کی جنھوں نے عبد صالح حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم (علیہ السلام) سے روایت کی جنھوں نے فرمایا:

''...اے اللہ! درود بھیج اپنے نبی کے بیٹوں القاسم اور الطاہر پر۔ اے اللہ! درود بھیج اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر اور لعنت بھیج اس پر جس نے اسکے معاملے میں تیرے نبی کو اذیت پہنچائی۔ ے اللہ! درود بھیج اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر اور لعنت بھیج اس پر جس نے اسکے معاملے میں تیرے نبی کو اذیت پہنچائی...'' [۳۰]

اس حدیث کی سند بالکل ٹھیک ہے اور یہاں ہمیں معلوم ہو گیا کہ آئمہ معصومین (سلام اللہ علیہم اجمعین) نے ان دونوں بیٹیوں کا نہ صرف تذکرہ اپنی دعاؤں میں کیا ہے بلکہ ان کے مصائب بھی بیان کیے ہیں۔ چنانچہ رقیہؑ اور ام کلثومؑ کا دختران رسول اللہ ہونا یہاں اچھی طرح ثابت ہو گیا ہے۔ یہی دعا شیخ الطائفہ طوسیؒ کے استاذ شیخ مفیدؒ نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی لیکن اس کتاب کے ایک نسخے میں فقط رقیہؑ کا ذکر ہے جبکہ دوسرے نسخے میں رقیہؑ وام کلثومؑ کے نام ایک ساتھ لکھے ہیں۔ [۳۱] اسی طرح مفاتیح جو دعاؤں کی ایک انتہائی معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں بھی یہی زیارت نقل ہے۔ [۳۲] پس شیخ طوسیؒ نے یہاں کثرت بنات رسول کے حق میں ایک ناقابل تردید حدیث ہم لوگوں کے لیے بیان فرما دی۔

بارہویں حدیث

یہاں میں ایک واقعہ مختصراً بیان کرنے جا رہا ہوں کیونکہ مکمل حدیث بیان کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ شیخ کلینیؒ کے مطابق علی ابن ابراہیم نے اپنے والد سے جبکہ احمد ابن محمد الکوفی نے کسی صاحب سے روایت کی جن دونوں نے صفوان ابن یحییٰ سے روایت کی جنھوں نے یزید ابن خلیفہ الخولانی سے روایت کی جو یزید ابن خلیفہ الحارثی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ ابن عبداللہ نے میری موجودگی میں امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے جنازوں میں عورتوں کی شرکت کے متعلق پوچھا تو آگے سے امام نے یہ دردناک قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ کے ایک داماد نے اپنے چچا مغیرہ ابن ابی العاص کو پناہ دے رکھی تھی اور اپنی بیوی دختر رسول (حدیث میں وضاحت نہیں کہ یہ رقیہؑ ہیں یا ام کلثومؑ) سے کہا کہ اپنے والد کو اسکی خبر نہ دینا۔ مغیرہ کا خون رسول اللہ (ص) نے مباح کر دیا تھا۔ اللہ (عزوجل) نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی طرف وحی کی اور امیر المومنین (ع) کو بھیجا کہ مغیرہ کو قتل کر و لیکن چونکہ وہ گھر میں کہیں چھپا بیٹھا تھا، امیر المومنین اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے۔ جب داماد کو خبر پہنچی کہ علی (ع) مغیرہ کی تلاش میں آئے تھے تو وہ اپنے چچا کا ہاتھ پکڑے رسول اللہ (ص) کی خدمت میں آیا اور چاہا کہ اس کے لیے معافی مانگے۔ زبردستی منت سماجت کرنے کے بعد رسول اللہ (ص) سے تین دن کی مہلت حاصل کر لی اور جب

چوتھا روز آیا تو اپنے چچا کو زادسفر دے کر مدینہ سے باہر بھیج دیا۔ مغیرہ مدینہ سے نکل کر ایک درخت کی چھاؤں تلے سو گیا۔ اللہ نے پھر نبی کی طرف وحی کی۔ حضور (ص) نے امیر المومنین (ع)، عمارؓ اور ایک تیسرے شخص کو بھیجا اور یہ مغیرہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جب چچا کی موت کی خبر ملی تو اس داماد نے بنت رسول اللہ کو بہت مارا۔ دختر نبی نے اپنے والد سے شکایت کی۔ پہلے تو نبی کریم نے اس بات پر ناراضی کا اظہار کیا کہ کیوں ہر وقت شوہر کی برائیاں کرتی رہتی ہو۔ لیکن پھر چوتھی بار شکایت ملنے پر علی (ع) کو بھیجا کہ میری بیٹی کو یہاں لے آؤ۔ جب امیر المومنین (ع) بیٹی کو رسول اللہ (ص) کے پاس لائے تو بیٹی رونے لگی اور رسول اللہ (ص) نے بھی گریہ کیا۔ اس نے اپنی پشت رسول اللہ (ص) کو دکھائی جس پر زخموں کے نشان تھے۔ اس پر حضور (ص) نے تین مرتبہ فرمایا: ''اسے کیا ہوگیا؟! اس نے تو تجھے مار ڈالا۔ اللہ اسے مارے۔'' پھر چوتھے روز دختر رسول نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ رسول اللہ (ص) نے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کو حکم دیا کہ دیگر مومن عورتوں کے ساتھ جنازے میں نکلو۔ لیکن مرحومہ کے شوہر کو جنازے سے لوٹا دیا گیا۔ پس فاطمہ (ع) نے دیگر مومن و مہاجر عورتوں کے ساتھ اپنی بہن پر نماز جنازہ پڑھی۔[۳۳]

اس حدیث میں زوجہ خلیفہ ثالث کو کئی مرتبہ بنت رسول اللہ کہا گیا ہے اور کہیں سے بھی اس بات کا تاثر نہیں ملتا کہ یہ خاتون نبی کریم (ص) کی لے پالک تھیں۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا کہ خاتون کا اپنی پشت رسول اللہ (ص) کو دکھانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ (ص) کی سگی بیٹی تھیں لیکن یہ دلیل درست نہیں کیونکہ حدیث کے مطابق رسول اللہ (ص) نے امیر المومنین (ع) کو حکم دیا کہ میری بیٹی کے گھر جاؤ اور اسکا ہاتھ تھام کر میرے پاس لے آؤ۔ گویا یہ واقعہ آیت حجاب اترنے سے قبل کا ہے (جو کہ تاریخی اعتبار سے درست نہیں)۔ اس بیٹی کا رقیہؓ ہونا محال ہے کیونکہ ان کا انتقال رخصتی سے قبل ہی ہوگیا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ ام کلثومؓ سے متعلق ہو جن کا انتقال کافی عرصے بعد ہوا تھا۔ کیونکہ تاریخ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ جس شخص کو خلیفہ ثالث نے پناہ دی تھی وہ مغیرہ نہیں بالکل اس کا بیٹا معاویہ تھا۔ معاویہ ابن مغیرہ نے احد کی جنگ کے بعد حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا تھا اور ناک کاٹی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ (ص) نے اسکا خون مباح کر دیا۔ مگر پھر تین دن کا وقت ختم ہونے پر وہ مدینہ سے بھاگ گیا۔ عمار ابن یاسرؓ و زید ابن حارثہؓ نے اس کا تعاقب کیا اور یہ مارا گیا۔ لیکن یہ واقعہ ۳ھ کا ہے۔ پس یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ رسول اللہ (ص) کی ایک بیٹی کا انتقال جنگ احد کے بعد ہوا ہو۔ حالانکہ اس حدیث کی سند صفوان تک صحیح ہے۔ فقط یزید ابن خلیفہ کی توثیق ثابت نہیں لیکن اس کا تذکرہ رجالی ماہرین نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ شیخ طوسیؒ نے اس حدیث کی ایک دوسری سند یزید تک اسطرح بیان کی ہے: علی ابن الحسن، عبدالرحمٰن ابن ابی نجران اور سندی ابن محمد اور محمد ابن ولید، عاصم ابن حمید، یزید ابن خلیفہ۔[۳۴] شیخ طوسیؒ نے پوری حدیث نقل نہیں کی اور آخر میں صرف اتنا لکھ دیا: ''زینب بنت النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) فوت ہوگئیں اور فاطمہ (ع) اپنی خواتین (کے جھرمٹ) میں نکلیں پس اپنی بہن پر نماز (جنازہ) پڑھی۔'' پس یہاں زینبؓ کے انتقال کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ اگرچہ یہ روایات تاریخی اعتبار سے قابل اعتراض ضرور ہیں لیکن ان سب سے رسول اللہ (ص) کی دیگر بیٹیوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت ملاحظہ ہو۔ میں اس روایت کو بھی مکمل نقل نہیں کروں گا کیونکہ اس میں سنیوں کی ایک بزرگ شخصیت کا نام موجود ہے۔ آگے آپ خود سمجھدار ہیں۔

کلینیؒ لکھتے ہیں کہ ان کے متعدد اصحاب نے احمد ابن محمد ابن خالد سے روایت کی جنہوں نے عثمان ابن عیسٰی سے روایت کی جنہوں نے علی ابن ابی حمزہ سے روایت کی جنہوں نے ابوبصیر سے روایت کی جنہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا: ''...جب رقیہ کو____ نے قتل کر دیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ان کی قبر پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا (اور) آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں...''[۳۵] آگے یہی بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ (ص) نے دعا فرمائی کہ رقیہؓ کو قبر کے بھینچ لینے سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ یہاں بھی اس بات کی صراحت ہے کہ رسول اللہ (ص) کی ایک بیٹی پر اس کے شوہر نے مظالم ڈھائے اور کافی بدسلوکی کی۔ پس ہم نے اس موضوع پر تین روایات آپ کے گوش گزار کر دیں کہ ویسے تو سب کی سب ضعیف ہیں لیکن مل جل کر ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ ان تمام روایات کی روشنی میں رسول اللہ (ص) کی ایک سے زائد سگی بیٹیوں کا ہونا ثابت ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے۔

تیرہویں حدیث

تفسیر عیاشیؒ میں ہم نے پڑھا: ''سلیمان ابن خالد سے روایت ہے جنہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے پوچھا: 'میں آپ پر قربان ہوں! لوگ گمان کرتے ہیں کہ آدم نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کر دی'؟ پس ابوعبداللہ گویا ہوئے: 'لوگ اس ہی (گمان) میں ہیں۔ لیکن اے سلیمان! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا (یعنی اگر یہ سچ ہوتا) کہ آدم نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو میں زینب کی شادی قاسم سے کر دیتا اور میں دین آدم کو ناپسند نہ کرتا'؟...''[۳۶]

پس اس حدیث میں رسول اللہ (ص) نے مثال دے کر سمجھایا کہ اگر آدم (علیہ السلام) نے اپنے بچوں اور بچیوں کی شادیاں باہم کر دی ہوتیں تو پھر ایسا کرنا آج بھی جائز ہوتا۔ لیکن چونکہ بہن بھائی کے درمیان نکاح حرام ہے اس لیے آدم (ع) کے دور میں بھی اس قسم کے رشتے ناجائز تھے۔ پس آدم (ع) کے بیٹوں نے اپنی بہنوں سے نکاح نہیں کیے بلکہ ان کے لیے اللہ نے جنت کی حور نازل فرمائیں۔ تو ان سے نسل انسانی آگے بڑھی۔ یا ممکن ہے کوئی اور انتظام کیا گیا ہو۔ تفسیر عیاشی میں سندیں شاید پرانے زمانے کے کسی کاتب نے حذف کر دیں چنانچہ آج ہمارے پاس اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے وہ معتبر نہیں۔ یہاں بھی عیاشیؒ اور ثقہ راوی سلیمان ابن خالد کے درمیان واسطہ موجود نہیں۔ بعض لوگوں نے کوشش کی ہے کہ دیگر ذرائع سے تفسیر عیاشی میں موجود اسناد پر تحقیق کریں۔ البتہ جو لوگ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا انکار کرتے ہیں وہ عموماً اسناد کے جھمیلے میں نہیں پڑتے اور کوئی بھی پرانی کتاب ہاتھ آ جائے اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ جب تفسیر امام حسن عسکری اور فقہ رضا جیسی کتابیں پاکستانی شیعوں کی نگاہوں میں معتبر ہیں تو تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی سے حوالے پیش کرنے میں بھلا کیا قباحت؟! پس یہی وجہ ہے کہ میں یہاں عیاشیؒ، صدوقؒ اور طوسیؒ کی مراسیل سے بھی حجت قائم کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ سمجھدار افراد ان روایات کو سمجھیں۔

چودھویں حدیث

کلینیؒ لکھتے ہیں کہ محمد ابن یحییٰ نے احمد ابن محمد سے روایت کی جنھوں نے ابن فضال سے روایت کی جو ابن بکیر سے روایت کرتے ہیں جنھوں نے زرارہ سے روایت کی جنھوں نے ابی جعفر حضرت امام محمد ابن علی الباقر (علیہ السلام) سے روایت کی جنھوں نے فرمایا: ''علی (علیہ السلام) کو فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے وصیت کی کہ میرے بعد میری بھانجی سے نکاح کر لینا۔ پس آپ نے ایسا ہی کیا۔'' [۳۷]

چنانچہ حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی وصیت کے مطابق امیر المومنین (علیہ السلام) نے امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کر لیا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی نواسی تھیں۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے اور متن بھی مقبول ہے۔ اس وصیت کا تذکرہ کتاب سلیم ابن قیس الہلالیؒ میں بھی موجود ہے [۳۸] اور یہی مطلب کتاب مصباح الانوار سے شیخ حسین نوری طبرسیؒ نے نقل کیا ہے۔ [۳۹] چنانچہ ہم نے یہاں تین روایات نقل کر دیں جن کے مطابق فاطمہ (ع) نے حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ کو اپنی بھانجی قرار دیا۔

پندرہویں حدیث

شیخ طوسیؒ راقم ہیں کہ احمد ابن محمد نے ابن ابی عمیر سے روایت کی جنھوں نے حماد سے روایت کی جنھوں نے حلبی سے روایت کی جو ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں جن کے والد نے انہیں بتایا: ''امامہ بنت ابی العاص ابن الربیع کی والدہ زینب بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تھیں اور ان سے علی (علیہ السلام) کے بعد مغیرہ ابن نوفل نے شادی کر لی تھی تو یہ شدید بیماری میں مبتلا ہو گئیں یہاں تک کہ انکی زبان گونگی ہو گئی۔ پس الحسن اور الحسین (علیہما السلام) ان کے پاس آئے اور یہ بولنے پر قادر نہ تھیں...'' [۴۰]

یہی روایت شیخ نے ایک دوسری سند کے ساتھ بھی اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ [۴۱] اس روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ امیر المومنین (ع) کی بیوی امامہ رسول اللہ (ص) کی نواسی تھیں۔ والد کا نام ابو العاص تھا جس کی بیوی زینب بنت رسول اللہ تھیں۔ پس امیر المومنین (ع) نے اپنے انتقال سے قبل وصیت کی تھی کہ امامہؓ کی شادی مغیرہ ابن نوفل ابن الحارث ابن عبد المطلبؓ سے ہو جائے کیونکہ امیر شام بھی امامہؓ کی قرابتداری رسول کے باعث شادی کا رشتہ بھیجنا چاہتا تھا۔ پس اس روایت اس ضمن میں وارد ہوئی ہے کہ اگر ایک شخص بیماری کے باعث بات نہ کر سکے تو وہ اشاروں ہی اشاروں میں اپنے مال کے متعلق وصیت کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں حسنین کریمین (علیہما السلام) نے اشاروں میں امامہؓ سے وصیت پوچھی۔ اس حدیث کی سند کو لے کر اختلاف ہے کیونکہ شیخ طوسیؒ نے جن طرق سے احمد ابن محمد ابن عیسیٰ کی کتب روایت کی ہیں ان میں دو مشائخ کی وثاقت پر شک ہے۔ چنانچہ بعض کے نزدیک دونوں مشائخ ممدوح ہیں لیکن بعض کے نزدیک دونوں ہی مجہول ہیں۔ پس یہاں ہم نے یہ دونوں روایات نقل کر دیں اور ان کا ضعیف ہونا کثرت بنات رسول کی تاریخی حقیقت پر کوئی ضرب نہیں لگاتا۔

سولہویں حدیث

کلینیؒ نے لکھا کہ محمد ابن یحییٰ نے عبداللہ ابن محمد ابن عیسیٰ سے روایت کی جنہوں نے علی ابن الحکم سے روایت کی جنہوں نے ابان ابن عثمان سے روایت کی جنہوں نے ابی بصیر سے روایت کی جنہوں نے فاطمہ بنت علی سے روایت کی جنہوں نے امامہ بنت ابی العاص ابن الربیع سے روایت کی جن کی والدہ زینب بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تھیں جنہوں نے کہا: ''امیر المومنین علی (علیہ السلام) مہینہ رمضان میں میرے پاس آئے۔ رات کے کھانے کے لیے آپ کھجور اور کھمبی لائے۔ پس آپ (علیہ السلام) نے اسے تناول فرمایا اور آپ کو کھمبی بہت پسند تھی۔'' [۴۲]

اس روایت کی سند ابی بصیر تک درست ہے کیونکہ اس سے اوپر موجود دو خواتین کی وثاقت ثابت نہیں۔ البتہ انشاء اللہ انہوں نے یہ سچی خبر ہی ہم تک منتقل کی ہوگی۔ پس یہاں ہمیں امامہؓ کے متعلق معلوم ہوگیا کہ وہ رسول اللہ (ص) کی نواسی تھیں۔ امامہؓ کی والدہ زینبؓ نبی کریم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی ہوئیں اور ابو العاص داماد رسول قرار پایا۔ یہاں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں کہ زینبؓ اپنے والد کی سگی بیٹی نہ تھیں۔ کھمبی کے فضائل پر بخاری و مسلم میں بھی روایات موجود ہے اور رسول اللہ (ص) کو بھی یہ چیز کھانا بہت پسند تھی۔ اردو میں نجانے اس کے لیے کیا لفظ ہے۔

سترہویں حدیث

شیخ صدوقؒ نے ایک طویل حدیث بیان کی جس کی چار سندیں ہیں اور وہ سب اعمش تک جاتی ہیں۔ اعمش نے اپنی سند سے بتایا: ''...رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے کہا: 'اے لوگوں! کیا میں تمہیں نہیں بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے اچھے ماموں اور خالہ کس کے ہیں'؟ انہوں نے کہا: 'کیوں نہیں، اے رسول اللہ'! فرمایا: 'الحسن اور الحسین۔ کیونکہ ان دونوں کے ماموں القاسم ابن رسول اللہ ہیں اور ان دونوں کی خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں'۔...'' [۴۳]

اس ہی روایت کو ابن طاؤسؒ نے ایک مقام پر عبداللہ ابن عباسؓ کی زبانی [۴۴] اور دوسرے مقام پر حذیفہ ابن الیمانؓ کی زبانی [۴۵] نقل کیا ہے۔ یہ سب ہی اسناد ضعیف ہیں لیکن ان میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ زینبؓ حسنین کریمین (علیہما السلام) کی سگی خالہ ہیں۔ پس ہم نے یہاں مزید تین احادیث نقل کر دیں۔ ان کے علاوہ بھی مزید روایات موجود ہیں جن میں حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی سگی بہنوں کا ہی نہیں بلکہ سوتیلے بھائیوں کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر ہند ابن ابی ہالہؓ حضرت خدیجہ کے پچھلے شوہر کے فرزند تھے جن کی پرورش رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے کی۔ ہندؓ واقعتاً رسول اللہ (ص) کے پروردہ تھے۔ امام الحسن (ع) نے ایک روایت میں انہیں اپنا ماموں قرار دیا ہے۔ [۴۶] خاتون جنت (ع) کے سگے سوتیلے بھائی بہنوں کا وجود ایک تاریخی حقیقت جس کے حق میں ہم نے یہاں کافی معتبر شیعہ روایات پیش کر دی ہیں۔

اٹھارہویں حدیث

پس یہاں ایک آخری روایت پیش خدمت ہے۔ شیخ ابن قولویہؒ نے لکھا کہ انکے والدگرامی اور مشائخ کی ایک جماعت نے سعد ابن عبداللہ سے روایت کی جنہوں نے محمد ابن یحییٰ المعاذی سے روایت کی جنہوں نے الحسین ابن موسیٰ الاصم سے روایت کی جنہوں نے عمرو سے روایت کی جنہوں نے جابر سے روایت کی جنہوں نے حضرت امام محمد ابن علی (ع) سے روایت کی جو فرماتے ہیں: ''جب الحسین (ع) نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو بنی عبدالمطلب کی عورتیں نکلیں کہ مل کر نوحہ کریں یہاں تک کہ الحسین (ع) ان کے پاس چلتے ہوئے آ گئے پس کہا: 'میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی مولتے ہوئے اس امر کو ظاہر مت کریں'۔ پس بنی عبدالمطلب کی عورتیں ان سے گویا ہوئیں: 'اب ہم اور کس کے لیے نوحہ و ماتم داری کریں؟! پس یہ ہمارے لیے اس دن کی مانند ہے جب رسول اللہ (ص)، علی، فاطمہ، رقیہ، زینب اور ام کلثوم فوت ہوئے۔ پس ہم تمہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ اللہ تمہاری موت کا فدیہ ہمیں قرار دے'۔ اور ان کی ایک پھوپھی روتی ہوئی سامنے آئیں اور کہا: 'میں گواہی دیتی ہوں، اے الحسین کہ میں نے جنات کو تم پر نوحہ کرتے سنا'...'' [۴۷]

پس اس حدیث کی سند میں معاذی ضعیف جبکہ الاصم مجہول ہے۔ عمرو سے مراد عمرو ابن شمر ہے جو ضعیف ہے۔ یعنی یہ روایت رجالی قوانین کے بل پر معتبر نہیں البتہ اس میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں پر بنی عبدالمطلب کی عورتوں کا گریہ کرنا مذکور ہے۔ مجھے یہ روایت بعد میں جا کر ملی تو میں نے یہاں نقل کر دی وگرنہ اس حدیث کو بالکل شروع میں نقل کرنا بہتر ہوتا۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی روایت مجھے مل گئی تو میں آگے چل کر اسے لکھ دوں گا کیونکہ ان پیج میں حوالہ جات کو آگے پیچھے کرنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ یہ ایم ایس ورڈ تو ہے نہیں!

قولِ آخر

پس کل ملا کر ہم نے کثرت بنات رسول کے حق میں دو درجن سے زائد روایات بیان کی ہیں جن میں سے آٹھ کے قریب معتبر ہیں اور اگر قرب الاسناد والی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر نو روایات معتبر ہو جاتی ہیں۔ اتنی ساری معتبر روایات اور پھر شواہد کے طور پر ضعیف و مرسل احادیث کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی کا نظریہ احادیث شیعہ کے مطابق باطل ہے۔ امید ہے کہ ان احادیث کو پڑھنے کے بعد آپ کے ذہن میں کچھ تبدیلی آئی ہو گی۔ اگر ابھی بھی آپ کو چار بیٹیوں کے وجود میں کچھ شک ہے تو ہم اس موضوع پر متقدمین و متوسطین و متاخرین شیعہ میں سے تیس سے زائد علماء کی آراء پیش کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ شیعہ علماء کی آراء سن کر آپ اپنا نظریہ تبدیل کر دیں گے اور حضرت فاطمہ (ع) کی سگی بہنوں کے وجود پر ایمان لے آئیں گے۔

اقوالی دلائل

یہاں ہم کثرت بنات رسول کے حق میں پینتیس اقوال پیش کریں گے۔ ان میں سے بتیس تو علمائے شیعہ ہیں، ایک غالی شیعہ ہے، ایک اسماعیلی شیعہ ہے اور ایک شیعہ مفکر و فلسفی ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ہم دو درجن سے زائد شیعہ علماء کے اقوال دکھائیں گے جن کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار دختران تھیں۔ ان علماء میں سے بعض تو متقدمین ہیں (جن کا زمانہ شیخ طوسیؒ کے بعد ختم ہو جاتا ہے)، بعض متوسطین ہیں (جو شیخ طوسیؒ کے بعد آئے) اور اکثر متاخرین ہیں (جو باقر مجلسیؒ کے بعد آئے)۔ چنانچہ ان تمام علماء کا یہ لکھنا کہ رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں ہمارے اس قول کی تصدیق کریگا کہ اکثر شیعوں کا عقیدہ یہی رہا ہے۔ چار بیٹیوں کا انکار کرنا بعد کے زمانے میں رائج ہوا کیونکہ سنی خلیفہ ثالث کی دامادی کا ڈھنڈورا پیٹتے اور امیر المومنین (ع) پر انکی فضیلت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے۔ پس مناظروں میں پڑ کر بعض نام نہاد علماء نے چار بیٹیوں کے وجود کا انکار کیا اور آج تک عوام ان ہی کی پڑھائی ہوئی پٹی کے پیچھے آنکھیں بند کیے چل رہی ہے اور عترت رسول کو گھٹانے پر مصر رہتی ہے۔

۱) حسین ابن روح نوبختی

یہ فہرست امام زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے نائب ثالث ابوالقاسم الحسین ابن روح نوبختی (قدس اللہ سرہ) کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ آپ نے محمد ابن اعثمان ابن سعید الاسدی (قدس اللہ سرہ) کے انتقال کے بعد مسند نیابت سنبھالی اور امام زمانہ (ع) کے ساتھ شیعوں کو رابطے میں رکھا۔ ابوالقاسم کا انتقال ۳۲۶ھ میں ہوا اور تین سال بعد امام زمانہ کی غیبت صغریٰ تمام ہوئی۔ آپ کی کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی البتہ شیخ طوسیؒ نے چار بیٹیوں سے متعلق آپکا ایک قول اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں۔

شیخ طوسیؒ لکھتے ہیں کہ متکلمین میں سے ایک شخص جو ترک الہروی کے لقب سے مشہور تھا الحسین ابن روح (رضوان اللہ علیہ) سے پوچھنے لگا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی کتنی بیٹیاں تھیں؟'' فرمایا: ''چار۔'' پوچھا: ''تو ان میں سے کون سی بیٹی افضل ہے؟'' کہنے لگے: ''فاطمہ۔'' اس نے استفسار کیا: ''اور وہ کیسے افضل ہو گئیں جبکہ وہ ان میں سب سے چھوٹی ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی صحبت بھی کم اختیار کی؟'' نائب امام گویا ہوئے: ''دو خصلتوں کی بناء پر اللہ نے انہیں شرف و فضیلت بخشی اور مکرم و معزز قرار دیا۔ خصلت اولیٰ تو یہ ہے کہ آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی وارث ہوئیں جبکہ آپ کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہوا۔ خصلت ثانیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی نسل کو آپ کے ذریعے باقی رکھا جبکہ کسی اور کے ذریعے باقی نہیں رکھا۔'' [۴۸]

یہ روایت بے سند ہے چنانچہ ضعیف ٹھہرتی ہے۔ البتہ یہاں اس بات کی دلیل مل گئی کہ نائب امام الحسین ابن روح کے نزدیک رسول اللہ (ص) کی افضل ترین بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی باقی تین سگی بہنوں سے ممتاز کیا۔

۲) محمد ابن یعقوب کلینی

چوتھی صدی ہجری کے جلیل القدر محدث محمد ابن یعقوب ابن اسحاق کلینی الرازی (رضوان اللہ علیہ) سے بھلا کون ناواقف ہے! یہ کتاب الکافی کے مصنف ہیں جو قرآن مجید فرقان حمید کے بعد شیعوں کی معتبر ترین تالیف ہے۔ شیخ کلینیؒ نے بیس سال کی محنت کے بعد یہ کتاب تصنیف کی اور ۳۲۹ھ میں انتقال کیا۔ الکافی سولہ ہزار سے زائد روایات کا مجموعہ ہے اور اس کتاب میں ان تمام رسائل کو جمع کیا گیا ہے جو اصحاب آئمہ نے اپنے ادوار میں لکھے تھے۔ الکافی میں کلینیؒ زیادہ تر احادیث نقل کرتے ہیں اور شاذو نادر ہی اپنی رائے دیتے ہیں۔ لیکن پہلی جلد میں موجود کتاب حجت میں انہوں نے معصومین (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی حیات پر جب ابواب باندھے تو وہاں کچھ تاریخی معلومات درج کیں جنہیں پڑھنا چاہئے۔

شیخ کلینیؒ رقم طراز ہیں: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے خدیجہ سے شادی کی جبکہ آپ کی عمر بیس اور چند برس تھی۔ پس ان سے آپ کے یہاں بعثت سے قبل القاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ آپ کے یہاں بعثت کے بعد طیب و طاہر اور فاطمہ (سلام اللہ علیہا) پیدا ہوئیں۔ یہ بھی روایت ہوا ہے کہ آپ کے یہاں بعثت کے بعد فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے علاوہ کوئی پیدا نہیں ہوا جبکہ طیب و طاہر بعثت سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔''[۴۹]

پس یہاں شیخ کلینیؒ نے تصریح کر دی کہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم (رضوان اللہ علیہم) رسول اللہ (ص) کی ہی بیٹیاں تھیں جنہیں جنم حضرت خدیجہؑ نے دیا۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ حضرت فاطمہ (ع) کے بھائی بہن بعثت سے قبل پیدا ہوئے تھے یا بعد میں، بیٹیوں کے نسب میں کوئی شبہ ہمیں دستیاب نہیں۔

۳) الحسین ابن حمدان خصیبی

الحسین ابن حمدان (ملعون) کا تعلق غالی نصیری فرقے سے تھا اور یہ ہرگز شیعہ نہیں۔ اس کا قول نقل کرنے کا مقصد محض یہ دکھانا ہے کہ غلاۃ کے یہاں بھی رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کے حق میں روایات پائی جاتی ہیں۔ البتہ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ (ص) کی باقی تین بیٹیوں کو لے پالک بتانے والا ایک غالی ہی تھا۔ الحسین ابن حمدان کی موت ۳۵۸ھ میں ہوئی، الحمدللہ! اس کی اور چوتھی صدی ہجری کے دیگر غلاۃ کی بعض تصانیف ہمارے پاس موجود ہیں جنہیں ہم آن لائن پڑھ سکتے ہیں۔

الحسین ابن حمدان لکھتا ہے: ''مجھ سے ابوبکر ابن [شاید یہاں ''ابن'' کاتب نے غلطی سے لکھ دیا] احمد ابن عبداللہ نے بیان کیا جس نے اپنے باپ عبداللہ ابن محمد الاہوازی سے روایت کی۔ اور یہ اہل البیت (علیہم السلام) کے اخبار کا عالم تھا۔ جس نے کہا کہ اس سے محمد ابن سنان الزاہری نے بیان کیا جس نے ابوبصیر سے روایت کی۔ اور یہ القاسم الاسدی ہے، ثقفی نہیں۔ جس نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے کہا: 'رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں خدیجہ بنت خویلد سے پیدا ہوئے

القاسم اور ان ہی پر آپ کی کنیت تھی، عبداللہ، الطاہر، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور ان کا نام آمنہ تھا، سیدۃ النساء العالمین فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا)، اور ابراہیم جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کو مقوقس پادشاہ سکندریہ نے تحفے میں دیا تھا۔ پس جہاں تک رقیہ کا تعلق ہے تو ان کی شادی عتبہ ابن ابی لہب سے ہوئی پس وہ ان کے یہاں مر گیا۔ پھر عثمان ابن عفان سے شادی کرادی'..."[۵۰]

پس یہ اس غالی کی روایت ہے اور اس سے یہاں غلطیاں ہوئی ہیں۔ عتبہ ابن ابی لہب کی موت نہیں ہوئی تھی بلکہ اس نے اپنے کافر باپ کے کہنے پر دختر رسول کو طلاق دے دی تھی۔ عتبہ کا بھائی بھی داماد رسول تھا اور اس نے بھی اپنی بیوی ام کلثوم کو علیحدہ کر دیا تھا۔ لیکن اپنے غلو کے باوجود اس نے رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کا انکار نہیں کیا اور انہیں خدیجہؓ ہی کی بیٹیاں قرار دیا۔

۴) قاضی نعمان مغربی

قاضی نعمان چوتھی صدی ہجری کا ایک اسماعیلی عالم دین تھا۔ اس کو ابن حیون بھی کہا جاتا ہے اور اس کی کتابیں اسماعیلی مکتب فکر میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کو فاطمی خلافت نے مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کیا اور اسماعیلی امام معز کے عہد میں ۳۶۳ھ میں اسکا انتقال ہوا۔ اس کی کتابیں دعائم الاسلام اور شرح الاخبار بہت مشہور ہیں۔ پس دیکھتے ہیں اس نے بنات النبی کے متعلق کیا کہا۔ میں نہیں جانتا کہ آج کے زمانے میں اسماعیلی کتنی بیٹیاں مانتے ہیں مگر قاضی نعمان مغربی چار بیٹیوں کے ہی وجود کا قائل تھا۔

قاضی نعمان لکھتا ہے: "یہ خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے یہاں انکے علاوہ کسی اور سے اولاد نہیں ہوئی سوائے آپ کے بیٹے ابراہیم کے کیونکہ وہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ اور خدیجہ سے آپکے یہاں پیدا ہوئے القاسم اور ان ہی سے آپ کی کنیت پڑی، الطاہر، طیب، فاطمہ، زینب، رقیہ، اور ام کلثوم۔"[۵۱]

۵) محمد ابن محمد ابن نعمان مفید

عالم اسلام میں شیخ محمد ابن محمد ابن نعمانؒ سے بڑا متکلم پیدا نہیں ہوا۔ مکتب شیعہ کو جتنا فائدہ ان کے وجود سے ہوا اس کی وجہ سے یہ مفید کہلائے۔ شیخ مفیدؒ نے شیعہ عقائد، فقہ اور سنیوں سے اختلافی مسائل پر درجنوں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ وہ شیخ صدوقؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور خود مرتضٰی وطوسی (رضوان اللہ علیہما) جیسوں کو اپنی شاگردی میں لیا۔ نہج البلاغہ کے مصنف السید الرضیؒ بھی مفیدؒ کے شاگرد ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے ۴۱۳ھ میں انتقال کیا اور آج ہزار برس بعد بھی انکے رسائل ومسائل سے لاکھوں شیعہ مستفیض ہو رہے ہیں۔ پس چار بیٹیوں کے موضوع پر مفیدؒ نے دو رسائل میں کلام کیا۔ میں یہاں وہ کلام من وعن نقل نہیں کروں گا بلکہ محض اس کا خلاصہ بیان کر دوں گا۔ اگر کسی کو اصل عبارت پڑھنی ہو تو انٹرنیٹ پر جا کر کتاب میں ملاحظہ کر لے۔

پہلے رسالے کے مطابق[۵۲] بعض شیعوں نے رقیہ وزینب کے متعلق سوال کیا کہ آیا وہ دونوں رسول اللہ (ص) کی سگی بیٹیاں تھیں یا لے پالک۔ اگر وہ دونوں سگی بیٹیاں تھیں تو ان کا نکاح کفار ومنافقین سے کیوں کیا گیا البتہ حضرت فاطمہ (ع) کا ہاتھ جب دوسروں نے

مانگا تو منع کر دیا؟ اس کا جواب شیخ مفیدؒ نے یوں دیا: ''زینب اور رقیہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی بیٹیاں تھیں اور اس بات کا مخالف اپنی مخالفت میں شاذ ہے۔'' یعنی ان دونوں کو لے پالک قرار دینا ایک شاذ [اکلوتا اور صحیح کے خلاف جانے والا] قول ہے۔ کفار سے نکاح کی صورت یہ بنی کہ اس وقت ایسا کرنا حرام نہ تھا چنانچہ رسول اللہ (ص) نے ابی العاص اور عتبہ کو دامادی میں قبول کیا کیونکہ یہ لوگ آپ کے قرابت دار تھے [ایک خدیجہؓ کا بھانجا جبکہ دوسرا خود حضورؐ کا چچازاد تھا]۔ مگر جب آیت اتری اور کفار سے مناکحت کی حرمت کا حکم آیا تو آپ نے شادی تڑوادی۔ حضرت فاطمہ (ع) کا رشتہ ٹھکرانے کا سبب یہ بنا کہ وہ سیدۃ النساء العالمین ہیں اور ان کا درجہ تمام ہی عورتوں سے افضل ہے۔ امیر المومنین (ع) ہی فاطمہ (ع) کے کفو تھے چنانچہ وہاں رسول اللہ (ص) نے حکم خدا کے مطابق دوسروں کو رشتہ نہیں دیا اور فقط علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) کو اللہ تعالیٰ کے کہنے پر فاطمہ (ع) کا ہاتھ دیا۔

دوسری کتاب کی نسبت میں شبہ ہے جس طرح دیگر کتابوں مثلاً الاختصاص، **تصحیح العقائد** اور الامالی مفید کی نسبت کو لے کر بعض علماء نے شک کیا ہے۔ البتہ میں پھر بھی یہاں نقل کر دیتا ہوں کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے۔ اس رسالے کے مطابق[۵۳] شیخ مفیدؒ نے ایک تیر سے دو شکار کیے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ امیر المومنین (ع) نے اپنی بیٹی ام کلثومؑ کی شادی خلیفہ ثانی سے کیوں کی اور رسول اللہ (ص) نے خلیفہ ثالث کو دامادی میں کیوں لیا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ عقد ام کلثوم کو لے کر شیعہ علماء کے درمیان دو آراء پائی جاتی ہیں، ایک گروہ اس نکاح کا قائل ہے جبکہ دوسرا اس نکاح کا انکار کرتا ہے۔ شیخ مفیدؒ نے پہلے تو اس نکاح کی صحت پر ہی اعتراضات اٹھائے۔ پھر ارشاد کیا کہ اگر یہ نکاح صحیح بھی ہو تب بھی اس سے مذہب شیعہ مجروح نہیں ہوتا۔ کیونکہ اول تو نکاح ظاہری اسلام پر ہو جاتا ہے یعنی اگر ایک شخص کلمہ پڑھے اور مومن نہ ہو تب بھی اس کے ساتھ بیٹی کی شادی کرانا صحیح ہے۔ دوم یہ کہ اضطرار کے وقت جس طرح کلمہ کفر پڑھنا، مردار کھانا اور لقمہ خنزیر تناول کرنا جائز ہو جاتا ہے اس ہی طرح کسی ظالم کے مجبور کرنے پر اس کو دامادی میں لینا بھی جائز ہے۔ چنانچہ امیر المومنین (ع) کو ام کلثومؑ کا رشتہ دینے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اس پوری بحث کے بعد شیخ مفیدؒ دامادی عثمان کے موضوع کی طرف آئے۔ انہوں نے قوم لوط کا حوالہ دیا کہ کس طرح حضرت لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو اپنی بیٹیوں سے نکاح کرنے کی تلقین کی۔ بیان کیا کہ رسول اللہ (ص) کی جو بیٹیاں بعد میں خلیفہ ثالث کی زوجیت میں گئیں وہ قبل از ظہور اسلام کفار کے نکاح میں تھیں۔ بعثت کے بعد ان دونوں بیٹیوں کو انکے کافر شوہروں نے الگ کر دیا تھا۔ پس رسول اللہ (ص) کا کسی کو دامادی میں لینا اس کے مومن ہونے کی دلیل نہیں۔ پھر یہ کہ رسول اللہ (ص) نے خلیفہ ثالث کے ظاہری اسلام پر انہیں دامادی میں لیا۔ بعد میں جو کچھ خلیفہ ثالث نے کرنا تھا اس کی بناء پر دامادی سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یعنی ایک شخص کا رشتہ اس بناء پر نہیں ٹھکرایا جا سکتا کہ وہ بعد میں گمراہ ہو جائے گا۔ لیکن شیخ مفیدؒ نے یہ بھی لکھ دیا کہ بعض شیعوں کے نزدیک رسول اللہ (ص) کو معلوم ہی نہیں تھا کہ بعد میں خلیفہ ثالث سے کیا اعمال سرزد ہوں گے۔ ویسے بھی قرآن مجید میں لکھا ہے کہ بعض منافقین کا حال اللہ تعالیٰ نے پیغمبر سے پوشیدہ رکھا تھا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح رسول اللہ (ص) کو چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تھی اس ہی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں رخصت دی کہ تم ان لوگوں کو بھی دامادی میں لے سکتے ہو جن کے باطن میں نفاق ہے۔ پس یہ اس نکاح کو لے کر شیخ مفیدؒ کے تین دلائل تھے جنہیں پڑھنا شیعوں کے لیے کافی مفید ہے۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ شیخ مفیدؒ نے یہاں کہیں بھی ان بیٹیوں کی نسبت کا انکار نہیں کیا۔ یہ نہیں لکھا کہ یہ نبی کریم (ص) کی سگی بچیاں نہ تھیں۔ ان بیٹیوں کی نسبت کا انکار کرنا ایک شاذ قول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ (ص) نے ظاہری اسلام کی بنیاد پر چند افراد کو دامادی میں لیا۔ اس میں خلیفہ ثالث کی فضیلت ضرور ہے، دائمی عدالت نہیں۔

٦) علی ابن الحسین المرتضیٰ

متکلم اسلام عالی جناب السید علی ابن الحسین المرتضیٰ الموسویؒ جو کہ علم الہدیٰ کے لقب سے مشہور ہیں السید الرضیؒ کے بڑے بھائی ہیں۔ سرزمین پاک و ہند کا بچہ بچہ السید الرضیؒ اور انکی تالیف لطیف نہج البلاغہ سے واقف ہے لیکن افسوس کہ کم ہی لوگ السید مرتضیٰ کو جانتے ہیں۔ سید مرتضیٰ شیخ مفیدؒ کے شاگرد اور شیخ طوسیؒ کے استاذ ہیں۔ شیعہ مسلک کے دفاع اور فقہی مسائل پر کئی کتابیں لکھیں۔ انتقال ٤٣٦ھ میں ہوا لیکن دنیا آج بھی سید کے رسائل پڑھ کر فائدہ اٹھاتی ہے۔ مرتضیٰؒ کے رسائل ہی اتنے مفید ہیں کہ انہیں پڑھنے کے بعد ایک شیعہ کو اپنے دین کے دفاع میں کبھی دقت نہ ہوگی۔ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے مسئلے پر بھی انہوں نے دوٹوک گفتگو کی اور واضح کر دیا کہ چار بیٹیوں کا عقیدہ ہی سچا ہے۔ چنانچہ میں یہاں سید مرتضیٰؒ کی دو مختلف تصانیف کا حوالہ دوں گا۔

اپنے رسائل میں [٥٤] السید مرتضیٰؒ نے امیر المومنین (ع) کی بیٹی ام کلثومؓ کے خلیفہ ثانی سے نکاح اور خلیفہ ثالث کی دامادی کے متعلق جواب دیتے ہوئے لکھا کہ امیر المومنین (ع) نے مجبوری کے عالم میں اپنی بیٹی کا رشتہ خلیفہ ثانی کو دیا۔ انہوں نے یہاں دامادی عثمان کا حوالہ بھی دیا اور ازواج خلیفہ ثالث کو رسول اللہ (ص) کی بیٹیاں قرار دیا۔ اس ہی طرح اگر آپ مرتضیٰؒ کی الشافی فی الامامہ کا مطالعہ کریں تو وہاں بھی انہوں نے دامادی عثمان کا جواب دیتے وقت یہ ہرگز نہیں کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں لے پالک تھیں۔ چنانچہ مرتضیٰؒ کے نزدیک نبی کریم (ص) کی چار بیٹیوں کا ہونا ثابت شدہ امر ہے۔ اب میں اس پر ایک اور دلیل دیتا چلوں۔

السید مرتضیٰؒ کا ایک رسالہ طہران سے ملا جس کا نام ہے ''انکاح امیر المومنین ابنته من عمر'' اور اس کا موضوع بھی عقد ام کلثومؓ ہے۔ اس رسالے میں السید مرتضیٰؒ نے دختران رسول کے مسئلے پر قلم اٹھاتے ہوئے شکایت کی کہ [٥٥] ہمارے بعض اصحاب نے غفلت کی بناء پر زینب و رقیہ کے حقیقی بنات رسول ہونے کا انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ دونوں خدیجہ کے پچھلے شوہروں کی اولاد ہیں۔ البتہ ایسا دعویٰ کرنا صحیح نہیں اور جو اس قسم کی باتیں کرتا ہے وہ گویا تاریخی مسائل کو خلط ملط کر بیٹھا ہے۔ یعنی تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر اس قسم کے دعویٰ کیے جاتے ہیں اور پیغمبر (ص) کی حقیقی بیٹیوں کو زبردستی آپکی لے پالک بنایا جاتا ہے۔

پس السید مرتضیٰؒ کے نزدیک رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود اچھی طرح ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا محض تاریخی روایات کی تکذیب ہے۔ ہم خلیفہ ثانی و خلیفہ ثالث کی دامادیوں کے متعلق اہل السنّت کے کلام کا بطلان بآسانی کر سکتے ہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ جن بچیوں کا نکاح ان شخصیات سے کیا گیا ان کے نسب کا ہی انکار کر دیا جائے۔ نکاح ظاہری اسلام پر ہو جاتا ہے اور اس نکاح سے کسی کی دائمی عدالت ثابت نہیں ہوتی۔ پس دختران پیغمبر اسلام کی نسبت کا انکار کرنا کچھ عقلمندی نہیں۔

۷) محمد ابن الحسن الطّوسی

شیخ الطائفہ محمد ابن الحسن الطّوسیؒ کا شمار شیعہ مذہب کے اہم ترین علماء میں ہوتا ہے۔ان کی لکھی دو کتابیں ہماری بنیادی تصانیف سمجھی جاتی ہیں اور رجال کی چار اہم کتابوں میں سے دو ان کی تالیفات ہیں۔شیخ الطّوسیؒ کے اساتذہ میں مفیدؒ وغضائریؒ وغیرہما شامل ہیں جبکہ ان کے ہم عصر افراد میں نجاشیؒ وابن غضائریؒ جیسے جلیل القدر افراد گزرے ہیں۔انہوں نے ۴۶۰ھ میں انتقال کیا اور نجف اشرف میں موجود حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی جو ہزار سال سے علم کے سمندر بہا رہا ہے۔شیخ الطّوسیؒ کے نزدیک بھی رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود ثابت تھا اور اس میں انہوں نے کوئی شبہ نہیں کیا۔اگر آپ شیخ الطّوسیؒ کی تلخیص الشافی پڑھیں تو انہوں نے مطاعن عثمان میں دامادی کو تسلیم کیا ہے اور یہ بات مانی ہے کہ خلیفہ ثالث کے نکاح میں آنے والی دونوں بچیاں رسول اللہ (ص) کی سگی اولاد تھیں۔مزید یہ کہ انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی۔تو یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

شیخ طوسیؒ نے لکھا: ''ازواج النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) مائیں ہیں اس معنی میں کہ ان سے عقد نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اس معنی میں مائیں نہیں کہ ان کی بیٹیاں یا ان کی مائیں (بھی) حرام ہیں کیونکہ یہ (یعنی ازواج النبی) نسبی حیثیت سے یا رضاعی حیثیت سے (ہماری) حقیقی مائیں نہیں ورنہ ان کی بیٹیاں بہنیں ہو جاتیں اور ان کی مائیں نانیاں ہو جاتیں۔یہ تحریم ان سے تجاوز نہیں کرتی کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے اپنی بیٹیوں کی شادی کی۔فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی شادی علی سے ہوئی جو امیر المومنین (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) ہیں۔آپ کی والدہ خدیجہ ام المومنین ہیں۔آپ نے اپنی بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کی شادی عثمان سے کی۔جب دوسری کا انتقال ہو گیا تو فرمایا: 'اگر تیسری (بیٹی) ہوتی تو میں اس کی شادی بھی اس سے کر دیتا'۔زبیر کی شادی اسماء بنت ابی بکر سے ہوئی جو کہ عائشہ کی بہن ہیں۔(عائشہ کی) دوسری (بہن) کی شادی طلحہ سے ہوئی۔'' [۵۶]

پس یہاں شیخ طوسیؒ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ (ص) کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں صرف اس معنی میں ہیں کہ ان سے نکاح کرنا سگی ماں سے نکاح کرنے کی طرح حرام ہے۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ازواج النبی واقعتاً مسلمانوں کی مائیں ہیں وگرنہ مسلمان ان سے پردہ نہیں کرتے اور وراثت میں انہیں شریک ٹھہراتے۔اگر امہات المومنین ہماری سگی مائیں ہوتیں تو پھر بنات النبی کا نکاح کسی مسلمان سے نہیں ہو پاتا۔البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں مسلمانوں سے کیں۔پس یہاں شیخ طوسیؒ کے نزدیک ام المومنین خدیجہؓ کے بطن مبارک سے جنم لینے والی لڑکیوں کی تعداد ایک سے زائد ہے۔یہاں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو اس آیت کریمہ کو سیدزادی سے نکاح کی حرمت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیدزادیوں سے نکاح امہات المومنین سے نکاح کرنے کی مانند حرام ہے۔حالانکہ یہ نری بکواس ہے اور شیخ طوسیؒ نے واضح کر دیا کہ یہ تحریم امہات المومنین کی بہنوں اور بیٹیوں پر لاگو نہیں ہوتی۔مسلمانوں کا عمل اس قسم کی تحریم کی نفی کرتا ہے۔سیدزادیوں سے غیر سادات نے نکاح کیا۔ابی العاص اور عثمان کا بنات النبی سے نکاح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر بنی ہاشم افراد آج بھی سیدزادیوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔[۵۷]

۸) فضل ابن الحسن طبرسی

طبرسیؒ (م: ۵۴۸ھ) کا شمار چھٹی صدی ہجری کے بہترین علمائے شیعہ میں ہوتا ہے۔ یہ کتاب الاحتجاج کے مصنف احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسیؒ نہیں ہیں بلکہ یہ تفسیر مجمع البیان والے طبرسی ہیں۔ ہاں، یہ دونوں طبرسی ایک دوسرے کے ہم عصر تھے۔ فضل طبرسیؒ شاگرد تھے مفید ثانی ابوعلی الحسن الطّوسیؒ کے جو فرزند تھے شیخ الطائفہ الطّوسیؒ کے چنانچہ ان کے پاس متقدمین تک کئی اسناد تھیں۔ ان کے اپنے بیٹے مکارم الاخلاق کتاب کے مصنف ہیں اور ان کے پوتے مشکاۃ الانوار کتاب کے مؤلف ہیں۔ یہ پورا گھرانہ ہی علم و فضل کا دلدادہ تھا۔ انکے اپنے شاگردوں میں ابن شہر آشوب، شیخ منتجب الدین صاحب فہرست، راوندی صاحب الخرائج والجرائح اور شاذان ابن جبرائیل قمی شامل ہیں۔ دیکھتے ہیں انہوں نے اس موضوع پر کیا لکھا۔

شیخ طبرسیؒ نے لکھا: ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے خدیجہ کی موجودگی میں (دوسرا) نکاح نہیں کیا یہاں تک کہ وہ انتقال کر گئیں۔ وہ آپ کے ساتھ چوبیس برس اور چند مہینے رہیں۔ ان کا مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا اور یہ آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی تمام ازواج کا مہر مقرر رہا۔ پس جب آپ پہلی مرتبہ حاملہ ہوئیں تو عبداللہ ابن محمد پیدا ہوئے جو کہ طیب الطاہر تھے۔ اور القاسم پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ القاسم بڑے تھے، آپ کی پہلی اولاد تھے اور ان ہی کے نام پر آپ کی کنیت (ابوالقاسم) پڑی۔ لوگوں کو غلطی ہوئی تو وہ کہنے لگے: 'خدیجہ سے آپ کے یہاں چار بیٹے ہوئے (یعنی) القاسم، عبداللہ، طیب اور الطاہر'۔ بیشک آپ کے یہاں خدیجہ سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں (یعنی) زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ۔'' [۵۸]

۹) محمد ابن علی ابن شہر آشوب

ابن شہر آشوب مازندرانیؒ (م: ۵۸۸ھ) اپنے وقت کے ایک جلیل القدر عالم دین تھے جو آج اپنی کتاب مناقب کے لیے جانے جاتے ہیں۔ یہ کتاب پاکستانیوں کی پسندیدہ کتابوں میں سے ایک ہے اور اس کا اردو ترجمہ دکانوں پر عام پایا جاتا ہے۔ ابن شہر آشوبؒ کے اساتذہ میں اوپر مذکور طبرسی حضرات، ابی الفتوح الرازیؒ صاحب تفسیر روض الجنان، جاراللہ زمخشری صاحب کشاف اور ابوالحسن بیہقی جن کا نام ابن فندمہ مشہور ہے شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب مناقب میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا ذکر تو کیا ہے لیکن یہ بھی رائے بیان کی ہے کہ شاید یہ بچیاں رسول اللہ (ص) نے گود لے رکھی تھیں۔ چنانچہ ہم ان کے اس دعویٰ پر روشنی ڈالیں گے اور اس کا ضعف واضح کریں گے۔

شیخ ابن شہر آشوبؒ لکھتے ہیں: ''احمد البلاذری اور ابوالقاسم الکوفی نے اپنی کتابوں میں، مرتضیٰ نے الشافی میں، اور ابوجعفر نے تلخیص میں بیان کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے خدیجہ سے شادی کی جبکہ وہ کنواری تھیں۔ اس پر وہ کچھ پڑھا جائے جو میں نے اپنی کتاب الانوار والبدع میں لکھا کہ رقیہ اور زینب خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں... آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی اولاد: خدیجہ سے القاسم اور

عبداللہ پیدا ہوئے جبکہ یہی دونوں الطاہر اور طیب تھے، اور چار بیٹیاں تھیں (یعنی) زینب، رقیہ، ام کلثوم جو کہ آمنہ تھیں، اور فاطمہ جو کہ **ام ابیہا** تھیں۔'' [۵۹]

پس یہاں ابن شہر آشوبؒ نے لکھ دیا کہ بلاذری، ابوالقاسم الکوفی، السید مرتضیٰؒ اور شیخ الطائفہ الطّوسیؒ کے نزدیک خدیجہؓ رسول اللہ (ص) سے نکاح کے وقت کنواری تھیں۔ یہ بات مجھے السید کی کتاب الشافی یا شیخ الطائفہ کی کتاب تلخیص میں نہیں مل سکی۔ نجانے شیخ ابن شہر آشوبؒ نے کیا پڑھا اور کیا سمجھا۔ بلاذری بھی انساب الاشراف میں حضرت خدیجہؓ کے پچھلے شوہروں کا تذکرہ کرتا ہے۔ ابوالقاسم الکوفی اپنے عہد کا ایک غالی تھا اور یہی وہ بدبخت ہے جس نے سب سے پہلے ان تینوں لڑکیوں کے لے پالک ہونے کا شوشہ چھوڑا۔ اس کے قول باطل کو یہاں ابن شہر آشوبؒ نے غلطی سے ایک تاریخی مؤقف سمجھ لیا۔ ابوالقاسم الکوفی کے جھوٹ کا پردہ فاش ہم بعد میں کریں گے۔ یہاں بس یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت خدیجہؓ کے پچھلے شوہروں کے وجود کا انکار کوئی مؤرخ نہیں کرسکتا اور علم الانساب کی رو سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے چار بیٹیاں متولد ہوئیں۔ حضور اکرم (ص) کی ان سگی بیٹیوں کو ہالہ کی لڑکیاں کہنا ایک احمقانہ قول ہے اور مجھے لگتا ہے کہ یہ ابوالقاسم الکوفی کی ہی جہالت کا نتیجہ ہے۔ پس یہاں ابن شہر آشوبؒ نے اس موضوع پر چار بیٹیوں کا ذکر کیا۔

۱۰) علی ابن یوسف ابن مطہر حلی

کافی پاکستانی شیعہ علامہ الحسن ابن یوسف ابن مطہر حلیؒ سے واقف ہیں جنہوں نے منہاج الکرامہ لکھی۔ علی ابن یوسف حلیؒ ان ہی کے بھائی ہیں جن کا انتقال ۷۰۵ھ یا ۷۱۰ھ میں ہوا تھا۔ پس انہوں نے بھی رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پس معلوم ہو جائے گا کہ چار بیٹیوں کا عقیدہ ہی شیعہ علماء کو مناسب لگتا تھا۔

شیخ حلیؒ رقم طراز ہیں: ''پس جب آپ نے ان سے (یعنی خدیجہ سے) شادی کی تو وہ آپ کے پاس وحی سے قبل پندرہ سال رہیں اور ان کی چھ اولاد ہوئی: القاسم اور ان ہی پر آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی کنیت پڑی، الطاہر اور کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ تھا، فاطمہ اور یہ آپ کی بہترین اولاد ہیں، زینب، رقیہ، اور ام کلثوم۔'' [۶۰]

۱۱) شرف الدین الحسینی

مجھے ان صاحب کا قول اچانک سے دستیاب ہوگیا تو میں نے یہاں لکھنے کا فیصلہ کیا۔ السید شرف الدین علی الحسینی الاستر آبادیؒ کا شمار دسویں صدی ہجری کے علمائے شیعہ میں ہوتا ہے۔ ان کی تاریخ وفات مل نہیں سکی البتہ یہ ۹۴۰ھ تک حیات تھے کیونکہ یہ محقق الکرکیؒ کے انتقال کا سال ہے اور شرف الدین الحسینی محقق کے ہی شاگردوں میں سے تھے۔ پس انہوں نے اپنی مشہور کتاب تاویل الآیات میں ایک مقام پر رسول اللہ (ص) کی صاحبزادی رقیہ کی حضرت عثمان سے شادی کا تذکرہ کیا ہے۔

شرف الدین الحسینیؒ نے بیان کیا: ''محمد ابن علی کی روایت میں آیا ہے جنہوں نے علی ابن الحکم سے روایت کی جنہوں نے سیف ابن عمیرۃ سے روایت کی جنہوں نے داؤد ابن فرقد سے روایت کی جنہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے اللہ (عزوجل) کے اس قول 'اور اللہ مومنین کو زوجہ فرعون کی مثال دیتا ہے' کی بابت فرمایا: 'یہ مثال اللہ نے رقیہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو دی تھی جس نے عثمان ابن عفان سے نکاح کیا'...''[61]

اس حدیث کی سند دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ یہ الکافی کی روایت ہے حالانکہ شیخ کلینیؒ نے اپنی کتاب میں ایسی کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ البتہ اس روایت کو دیکھ کر ہمیں شرف الدین الحسینیؒ کا مؤقف معلوم ہو جاتا ہے جن کے نزدیک رقیہؓ رسول اللہ (ص) ہی کی بیٹی تھیں اور عثمان حضور اکرم (ص) کے داماد تھے۔ اگر یہ روایت الکافی میں ہوتی تو محمد ابن علی سے مراد محمد ابن علی ابن محبوب الاشعری ہوتے۔ اس صورت میں یہ حدیث معتبر قرار پاتی۔ البتہ یہاں چونکہ ہمیں شرف الدین الحسینیؒ کی کلینیؒ تک سند کا علم نہیں چنانچہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں فقط یہی کہا جا سکتا ہے کہ مصنف کے نزدیک بی بی رقیہؓ رسول اللہ (ص) کی سگی صاحبزادی تھیں۔

۱۲) شہید ثانی

شہید ثانی زین الدین ابن علی جبعی عاملیؒ (م: ۹۶۵ھ) کا شمار دسویں صدی ہجری کے بہترین علماء میں ہوتا ہے۔ وہ محقق الکرکیؒ کے شاگرد تھے اور شہید اولؒ کی کتاب لمعہ دمشقیہ کی شرح لکھی جو آج بھی حوزہ علمیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ شہید ثانیؒ کا تعلق علامہ حلیؒ کی نسل سے تھا اور خود ان کی اپنی نسل میں شہید باقر الصدرؒ پیدا ہوئے۔ پس دیکھتے ہیں کہ انہوں نے چار بیٹیوں کے موضوع پر کیا فرمایا ہے۔

شہید ثانیؒ نے لکھا: ''اللہ نے یہ نہیں کہا کہ آپ کی بیٹیاں مومنین کی بہنیں ہیں کیونکہ یہ مومنین پر حرام نہیں۔ پس یقیناً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فاطمہ کی شادی علی (علیہ السلام) سے کی اور ان کی بہنوں رقیہ و ام کلثوم کی شادی عثمان سے کی۔''[62]

۱۳) محقق اردبیلی

محقق اردبیلیؒ (م: ۹۹۳ھ) جو کہ مقدس اردبیلی بھی مشہور ہیں ان کا اصل نام احمد ابن محمد تھا۔ یہ شیخ بہائیؒ کے ہم عصر تھے اور ان کے شاگردوں میں صاحب المدارک وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا لقب مقدس اس لیے پڑا کہ انتہائی متقی و پرہیزگار آدمی تھے اور لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ گناہوں سے گویا معصوم ہیں۔ ان کی کرامات اس ہی طرح مشہور ہیں جس طرح آج کے دور میں لوگ آیت اللہ بہجتؒ سے منسوب مختلف کرامات نقل کرتے ہیں۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ محقق اردبیلیؒ نے رسول اللہ (ص) کی سگی بیٹیوں کے متعلق اپنی کتاب میں کیا لکھا۔

مقدس اردبیلیؒ نے کہا: ''اور کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں بعثت سے قبل کافرین سے کیں جو بتوں کو پوجتے تھے۔ ان میں سے ایک عتبہ ابن ابی لہب تھا اور دوسرا ابو العاص تھا۔ عتبہ کفر پر مر گیا اور ابو العاص اسلام لے آیا۔ تو آپ نے اسکی بیوی کو پہلے نکاح پر پلٹا دیا اسکے ساتھ کہ آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کسی بھی حال میں کفار کے موالی نہ رہے۔''[63]

۱۴)محمد صالح المازندرانی

شیخ محمد صالح ابن احمد مازندرانیؒ کا شمار محمد تقی مجلسیؒ اور شیخ بہائیؒ کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔انہوں نے ۱۰۸۱ھ یا ۱۰۸۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے شرح اصول کافی کے نام سے ایک بیش قیمت کتاب چھوڑ گئے۔آج انٹرنیٹ پر یہی شرح مشہور ہے اور جب بھی آپ الکافی کو گوگل پر تلاش کریں گے تو آپ کو اسکی یہ شرح ضرور نظر آئیگی۔نیچے میں نے مصنف کی زبانی کچھ تاریخی معلومات نقل کی ہیں جن کا مصدر قرطبی ہے۔

ملا مازندرانیؒ نے لکھا: ”قرطبی نے کہا کہ یہ خدیجہ بنت خویلد ابن اسد [ابن] عبد العزیٰ ابن قصی ہیں اور قصی پر جا کر یہ نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے مل جاتی ہیں۔اور نبوت سے قبل ان کی دو شادیاں ہوئیں، ابن ہالہ تمیمی اور عتیق مخزومی۔پھر انہوں نے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے نکاح کیا۔یہ چالیس برس کی تھیں اور چوبیس سال آپ کے ساتھ رہیں۔انہوں نے چونسٹھ سال چھ مہینے کی عمر میں انتقال کیا اور ان سے شادی کے وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی عمر مبارک اکیس سال تھی۔اور کہا جاتا ہے کہ (آپ) پچیس سال (کے تھے)۔اور کہا جاتا ہے کہ آپ تینتیس سال کے تھے۔اہل نقل کا اجماع ہے کہ انہوں نے آپ کے یہاں چار بیٹیاں پیدا کیں اور ان سب نے اسلام پا کر ہجرت کی: زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم۔اجماع ہے کہ انہوں نے القاسم نامی ایک بیٹا پیدا کیا اور اس ہی پر آپ کی کنیت پڑی...اور آپ کی تمام اولاد آپ کی زندگی میں فوت ہوگئی سوائے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پس انہوں نے آپ کے چھ مہینے بعد داغ مفارقت دیا۔“ [۶۴]

۱۵)فخر الدین الطریحی

شیخ فخر الدین الطریحیؒ (م:۱۰۸۵ھ) اپنا نسب حبیب ابن مظاہر الاسدیؒ سے ملاتے ہیں اور ان کا شمار اپنے وقت کے جلیل القدر علمائے شیعہ میں ہوتا ہے۔ان کے شاگردوں میں باقر مجلسیؒ، الحر العاملیؒ اور نعمت اللہ الجزائریؒ شامل ہیں۔البتہ طریحیؒ پر الزام یہ ہے کہ آئمہ کے مصائب جمع کرنے میں متساہل تھے اور اپنی کتاب منتخب میں کافی ضعیف واقعات نقل کر رکھے ہیں۔یہ واعظوں کی طرح الٹے سیدھے واقعات بیان کرتے تھے جس کے باعث آج ان پر کافی تنقید ہوتی ہے۔البتہ ان کے بعض مداحین اس کتاب کی نسبت کے قائل نہیں۔لیکن رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے موضوع پر طریحی نے جو لکھا وہ ہمارے دعویٰ کے عین مطابق ہے۔ملاحظہ کیجئے۔

شیخ الطریحیؒ نے لکھا: ”اور خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابن قصی زوجہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ابی ہالہ ابن زرارہ کے تحت تھیں تو ان کے یہاں ہالہ پیدا ہوا۔پھر ابی ہالہ کے بعد عتیق ابن عبداللہ کے پاس چلی گئیں پھر رسول اللہ کے پاس آگئیں۔اور رسول اللہ سے شادی کے وقت وہ چالیس سال چھ مہینے کی تھیں۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اس وقت اکیس سال کے تھے۔اور ان کے یہاں چار بیٹیاں پیدا ہوئیں جن سب نے اسلام پایا اور ہجرت کی۔یہ زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔“ [۶۵]

١٦)ملا محمد فیض الکاشانی

ملا محمد ابن مرتضٰی فیض الکاشانی (م:۱۰۹۱ھ) علامہ مجلسیؒ کے ہم عصر تھے اور ملا صدرالدین شیرازیؒ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ملا صدرا کی بیٹی سے نکاح کیا اور کئی کتابوں کے مصنف قرار پائے۔ان کی تالیفات میں تفسیر الصافی بہت مشہور ہے۔انہوں نے کتب اربعہ میں موجود روایات کو الوافی میں مکررات حذف کر کے جمع کر دیا۔پس اس ہی کتاب میں انہوں نے رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا تذکرہ بھی کیا۔چنانچہ وہ کچھ اسطرح کلام کرتے ہیں۔

ملا فیض الکاشانیؒ لکھتے ہیں:''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے خدیجہ سے شادی کی جبکہ آپ کی عمر بیس اور چند برس تھی۔پس ان سے آپ کے یہاں بعثت سے قبل القاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے۔آپ کے یہاں بعثت کے بعد طیب، الطاہر اور فاطمہ (سلام اللہ علیہا) پیدا ہوئے۔یہ بھی روایت ہوا ہے کہ آپ کے یہاں بعثت کے بعد فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے علاوہ کوئی پیدا نہیں ہوا جبکہ طیب والطاہر بعثت سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔'' [٦٦]

١٧)ملا محمد باقر مجلسی

علامہ محمد باقر ابن محمد تقی مجلسیؒ (م:۱۱۱۰ھ) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔صفوی دور کے اہم شیعہ عالم تھے اور بحارالانوار تالیف کی۔علامہ مجلسیؒ اور الحر العاملیؒ مصنف وسائل شیعہ ایک دوسرے کے ہم عصر تھے۔علامہ مجلسیؒ کے اساتذہ میں سب سے اہم نام ان کے اپنے والد تقی مجلسیؒ کا ہے جنہیں مجلسی اول کہا جاتا ہے۔اس مناسبت سے انکے فرزند محمد باقر کو مجلسی ثانی یا مجلسی اصغر کہا جاتا ہے۔انہوں نے اپنی ایک تالیف حیاۃ القلوب میں جب اولاد رسول اللہ کا ذکر کیا تو وہاں چار بیٹیوں کے نام بھی بیان کیے۔یہ کتاب انہوں نے فارسی میں لکھی تھی اور میں فقط یہاں اسکے اردو ترجمہ کے الفاظ نقل کر رہا ہوں جو آپکی دلچسپی کا سامان ہونگے۔

علامہ مجلسیؒ رقم طراز ہیں:''بسند معتبر حضرت صادق سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی اولاد جناب خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے بطن سے الطاہر، القاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب ہیں...ابن بابویہ نے بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ آنحضرت کی اولاد میں سے حضرت خدیجہؓ کے شکم سے قاسم اور طاہر، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ زہراء پیدا ہوئیں...اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت کی چار صاحبزادیاں تھیں اور سب جناب خدیجہؓ کے شکم سے تھیں۔'' [٦٧]

حیاۃ القلوب کا ترجمہ سید بشارت حسین کامل مرزاپوری نے کیا ہے۔انہوں نے مجلسیؒ کی دیگر کتب جیسے کہ حق الیقین کا بھی اردو زبان میں ترجمہ کیا۔حیاۃ القلوب کا یہ ترجمہ پہلے ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا جو کہ حضرات موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کے حالات پر مشتمل تھا لیکن پاکستان آنے کے بعد مصنف نے ترجمہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور بالآخر ۱۹۶۳ء بمطابق ۱۳۸۲ھ میں پہلی جلد مکمل ہوئی۔چنانچہ حیاۃ القلوب کے یہ پاکستانی شیعہ مترجم چودھویں صدی ہجری کے عالم دین ہیں۔انہوں نے ترجمہ تو کر دیا کہ مجلسیؒ کے نزدیک رسول اللہ

(ص) کی چار سگی بیٹیاں تھیں لیکن نیچے اپنا موقف بھی لکھ دیا کہ اصل میں باقی تین بیٹیاں لے پالک تھیں۔ حالانکہ مجلسیؒ نے اپنی کتاب میں ان ہی معتبر روایات کا حوالہ دیا ہے جو اس موضوع پر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ بس یہ تعصب اور تنگ نظری ہی ہے جس کی بناء پر مترجم بلاوجہ ایک غلط نظریے کا دفاع کر رہے ہیں اور رسول اللہ (ص) کی دیگر بیٹیوں کے منکر ہیں۔

۱۸) مہدی الحائری المازندرانی

شیخ مہدی ابن عبدالہادی الحائری المازندرانیؒ (م: ۱۳۵۸ھ) عراق سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور خطیب اور مصنف ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے کتاب معالی السبطین لکھ کر شہرت پائی جو حسنین کریمین (سلام اللہ علیہما) کے حالات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اپنی دوسری تالیف میں[۶۸] رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے اسماء گرامی نقل کیے ہیں: زینب، ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ۔ ان کے مختصر حالات بھی درج ہیں کہ کس طرح ان بچیوں کی شادیاں ہوئیں۔ پس مہدی الحائریؒ پچھلی صدی سے تعلق رکھنے والے ایک عالم دین ہیں جن کا نام ہم نے یہاں لکھ دیا تا کہ عوام کو بتا دیا جائے کہ حالیہ دنوں میں بھی کافی شیعہ علماء چار بیٹیوں کے وجود کے قائل رہے ہیں۔

۱۹) شیخ عباس قمی

محدث العصر عباس ابن رضا قمیؒ (م: ۱۳۵۹ھ) اپنی کتابوں مفاتیح الجنان اور نفس المہموم کے لیے مشہور ہیں۔ ان کے انتقال کو ابھی سو سال بھی نہیں گزرے۔ انہوں نے آئمہ معصومین (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی حیات پر منتہی الآمال لکھی [جس کی "ی" پر لمبی زبر ہے اور اس کو تہی کے بجائے تہا پڑھا جاتا ہے] جس میں حضور اکرم (ص) کی اولاد کا تذکرہ قرب الاسناد کے حوالے سے کیا۔ اس میں انہوں نے یہی بیان کیا[۶۹] کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں خدیجہؓ کے شکم مبارک سے القاسم، الطاہر، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سرزمین عرب میں بھی سو سال پہلے تک رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا عقیدہ ہی مشہور تھا۔

۲۰) ڈاکٹر علی شریعتی

ڈاکٹر علی ابن محمد تقی شریعتی (م: ۱۳۹۵ھ) ایک مشہور ایرانی دانشور اور مفکر ہو گزرے ہیں جنہیں انقلاب ایران کا نظریاتی بانی خیال کیا جاتا ہے۔ انہوں نے شیعہ مذہب پر کافی کتابیں لکھیں اور مذہب کی سوشیالوجی پر غور و فکر کیا۔ علی شریعتی ایک عالم دین نہیں تھے لیکن شیعہ مسلک کے لیے ان کی خدمات سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انکی علمی فکر بھی مکتب تشیع سے متاثر تھی اور جدید تشیع میں ان کا وہی مقام ہے جو مقام علامہ اقبال کو تحریک پاکستان میں حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب میں[۷۰] حضرت خدیجہؓ کے یہاں رسول اللہ کی چار بیٹیوں کی پیدائش کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلی تین بچیوں کے نام زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ بیان کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر علی شریعتی کا انتقال ۱۹۷۷ء میں ہوا یعنی انقلاب ایران سے دو سال قبل۔ پس اقبال کی طرح شریعتی بھی اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھنے سے پہلے فوت ہو گئے۔

۲۱)ہاشم معروف الحسنی

السید ہاشم معروف الحسنیؒ (م:۱۴۰۳ھ) کا شمار جبل عامل (لبنان) کے علماء میں ہوتا ہے۔انہوں نے شیعہ مسلک پر مختلف کتب لکھیں مثلاً تاریخ فقہ جعفری۔ چنانچہ آئمہ معصومین (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی تواریخ پر جو کتاب انہوں نے لکھی اس میں یہی بیان کیا کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں خدیجہؑ سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔یہی قول رواۃ و مؤرخین کے درمیان معروف ہے کہ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ آپ کی چار بیٹیاں تھیں۔[۷۱] اس کے علاوہ بھی ایک قول معروف الحسنیؒ نے نقل کیا جس کے مطابق فقط زینب و فاطمہ (سلام اللہ علیہما) آپ کی سگی بیٹیاں ہیں اور جن بچیوں سے خلیفہ ثالث نے شادی کی وہ تاریخی شخصیات ہی نہیں۔ پھر ایک تیسرا قول یہ بھی بیان کیا کہ زینب و رقیہ و فاطمہ (سلام اللہ علیہم) سگی بیٹیاں ہیں اور ام کلثومؑ کا وجود تاریخی حقیقت نہیں۔

۲۲)السید احمد الخوانساری

السید احمد ابن یوسف الموسوی الخوانساریؒ (م:۱۴۰۵ھ) اپنے زمانے کے ایک بہترین عالم دین تھے جنہوں نے جامع المدارک لکھ کر شہرت حاصل کی۔ یہ محقق حلیؒ کی تالیف مختصر النافع کی شرح ہے۔پس خوانساریؒ نے اپنی کتاب میں آئمہ معصومین (علیہم السلام) کے نکاح کا ذکر کیا کہ کس طرح ان مقدس ہستیوں نے دیگر خاندانوں اور طبقات میں نکاح کیے بلکہ اپنی بیٹیوں کی شادیاں بھی دیگر خاندانوں میں کرائی۔مثال کے طور پر جویبر اور ذلفاء کا نکاح، رسول اللہ (ص) کا صفیہؓ سے نکاح کرنا اور امام زین العابدین (ع) کا اپنی کنیز کو آزاد کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لینا۔اس ہی طرح خوانساریؒ نے ذکر کیا[۷۲] کہ رسول اللہ (ص) کے دامادوں میں عثمان و ابی العاص شامل تھے۔پس انہوں نے ماضی کے شیعہ علماء کی طرح رسول اللہ (ص) کی چار سگی بیٹیوں کے وجود کی تصدیق کی۔

۲۳)ابوالقاسم الخوئی

ابوالقاسم الخوئیؒ (م:۱۴۱۳ھ) کا شمار عالم اسلام کے بہترین علماء میں ہوتا ہے۔رجال حدیث اور فقہ اسلامی پر جس قدر تحقیق ان کی ہے شاید ہی کسی اور عالم دین کی رہی ہو۔انہوں نے بھی اپنی تصانیف میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کی طرف ہی اشارہ کیا ہے۔۲۰۰۸ء میں خوئی صاحبؒ کی ویب سائٹ پر رسول اللہ کی سیرت ڈالی گئی جو آج بھی موجود ہے اور ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔[۷۳] اس کے مطابق رسول اللہ (ص) کے یہاں سات بچے ہوئے، تین بیٹے اور چار بیٹیاں۔ چاروں بیٹیاں حضرت خدیجہؑ کے شکم سے پیدا ہوئیں اور ابراہیمؑ کی والدہ ماریہؓ ہدیہ مقوقس ملک سکندریہ تھیں۔اس کے علاوہ ۲۰۰۳ء میں سماحہ آیت اللہ الخوئیؒ سے سوال ہوا کہ رسول اللہ (ص) کی کتنی لڑکیاں تھیں تو جواب میں یہی کہا گیا کہ اہل سیر و مؤرخین کے مطابق حضور کی بیٹیوں کی تعداد چار ہی ہے۔[۷۴] البتہ یہ دونوں حوالے خوئی صاحبؒ کے انتقال کے بعد کے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر ان کی حتمی رائے ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔

۲۴) سید کاظم قزوینی

السید محمد کاظم ابن محمد ابراہیم القزوینیؒ (م: ۱۴۱۵ھ) کا شمار عراق کے مشہور مصنفین اور خطباء میں ہوتا ہے۔ مہدی شیرازیؒ ان کے استاذ تھے جن کی بیٹی سے نکاح کیا۔ المہدالی اللحد کے عنوان سے معصومین کی سیرتیں لکھیں۔ چنانچہ سیدة النساء (سلام اللہ علیہا) کی سیرت لکھتے وقت انہوں نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہؑ نے نبی اکرم (ص) سے نکاح کے بعد چار بیٹیوں کو جنم دیا۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مؤرخین اور محدثین کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوا کہ باقی تین بیٹیاں رسول اللہ (ص) کی سگی اولاد تھیں یا نہیں۔ لیکن کاظم قزوینیؒ نے اس بات کی تصریح کر دی کہ ان چاروں کا رسول اللہ (ص) کی صلبی بیٹیاں ہونا ہی ثابت ہے۔[۷۵] چنانچہ اس بزرگ عالم دین کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیوں کا عقیدہ بالکل درست ہے۔

۲۶) محمد تقی تستری

شیخ محمد تقی تستریؒ (م: ۱۴۱۵ھ) اپنے عہد کے ایک عظیم عالم دین تھے جنہوں نے قاموس الرجال لکھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے آئمہ معصومین (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی حیات پر بھی کام کیا اور تاریخی تصانیف تحریر کیں۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب میں انہوں نے جب نبی کریم (ص) کی اولاد کا تذکرہ کیا تو وہاں بیان کر دیا کہ شیعہ روایات کی روشنی میں چار بیٹیوں کا وجود ثابت ہے۔[۷۶] پھر ایک اور تصنیف میں انہوں نے ابن شہر آشوب کے قول کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا کہ خدیجہؓ کی پچھلی شادیوں کا انکار کرنے والا محض ابوالقاسم الکوفی ہے جو غالی تھا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زینب اور رقیہ نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی بیٹیاں تھیں۔ ایسا شخص بدعتی ہے جس نے وہ کہا جو ابوالقاسم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔"[۷۷] پس ہم نے جان لیا کہ ان بیٹیوں کے نسب کا انکار کرنا غلاۃ کا قول ہے۔

۲۶) محمد الحسینی شیرازی

مہدی ابن حبیب اللہ شیرازیؒ کے فرزندوں میں محمد الحسینی شیرازیؒ بہت ہی مشہور ہیں۔ انکا انتقال ۱۴۲۲ھ میں ہوا اور یہ اپنے عہد کے شیعوں کے درمیان کافی مقبول تھے۔ آجکل ان کے بھائی صادق شیرازی ان کے جانشین ہیں اور سید علی الحسینی خامنہ ای پر تنقید کرنے کی وجہ سے ایرانی حکومت کے عتاب کا شکار رہتے ہیں۔ شیرازی خاندان کی حکومت اسلامیہ ایران سے چپقلش اور رقابت کافی مشہور ہے۔ لیکن علمی اعتبار سے شیرازی خاندان کا مقام بہت بلند ہے۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب میں جو مجھے شیرازیؒ کی ویب سائٹ سے ملی مرحوم نے بیان کیا کہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیاں تھیں۔[۷۸] ان کے نزدیک زینب، ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم) شکم خدیجہؑ سے رسول اللہ (ص) کی اولاد تھیں۔ پس معلوم ہوا کہ شیرازی صاحبؒ کے نزدیک رسول اللہ (ص) کے صلب سے چار بچیوں کا پیدا ہونا ثابت ہے۔ اس بات سے ہمارے مؤقف کو مزید تقویت ملتی ہے کہ عہد جدید کے کافی شیعہ علماء چار بیٹیوں کے وجود کو مانتے ہیں۔

۲۷) محمد حسین فضل اللہ

محمد حسین فضل اللہؒ (م:۱۴۳۲ھ) کا شمار لبنان کے عظیم علمائے شیعہ میں ہوتا ہے۔ اپنے مختلف نظریات کے سبب وہ عوام الناس کی نگاہوں میں معتوب رہے مثلاً انہوں نے حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے سقط حمل اور خلیفہ ثانی کے ہاتھوں شہادت کا انکار کیا۔ البتہ اس قسم کے نظریاتی اختلافات شیعہ علماء کے درمیان عام ہیں اور انکی بناء پر کسی عالم دین کو دشمن اہل البیت قرار دینا درست نہیں۔ فضل اللہ نے شیعہ مسلک پر کافی کام کیا اور دنیا بھر میں مختلف شیعہ ان کی تقلید میں تھے۔ انہوں نے چار بیٹیوں کا ہی عقیدہ درست سمجھا چنانچہ ان کی ویب سائٹ پر اس موضوع پر ایک تحریر موجود ہے جس میں انہوں نے ماضی اور حال کے کئی ایسے شیعہ علماء کے نام لکھے جو چار بیٹیوں کے وجود کے قائل تھے۔[۷۹] میں نے اس تحریر سے کافی فائدہ اٹھایا ہے اور کافی نام وہیں سے نقل کیے گئے۔ مزید نام میں نے فیصل نور کی ویب سائٹ سے اٹھائے جو کہ دشمن اہل البیت اور ناصبی ہے لیکن کافی اچھا محقق ہے۔[۸۰]

۲۸) یوسف الصانعی

یوسف صانعیؒ (م:۱۴۴۲ھ) کا شمار عصر جدید کے فقہاء میں ہوتا ہے۔ ان کی بعض فقہی آراء کو لے کر کافی لوگوں نے اعتراض کیا۔ مثال کے طور پر وہ خواتین کے مراجع تقلید بننے کے قائل تھے۔ وہ خمینی صاحبؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور ان کی کتاب تحریر الوسیلہ کی شرح بھی لکھی۔ مناسک حج کے موضوع پر انہوں نے ایک کتاب لکھی جس میں رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کی زیارت بھی موجود ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت فاطمہ (ع) کی بہنوں زینب، رقیہ اور ام کلثوم (رضوان اللہ علیہم) کی قبور پر جا کر سلام کیا جائے اور انہیں نبی کی بیٹیاں کہہ کر مخاطب کیا جائے۔[۸۱] مجھے یہ زیارت کسی پرانی کتاب میں نہیں ملی اور غالباً صانعیؒ کے ذہن کی ایجاد ہے۔ البتہ یہاں ہمیں اس بات کا ثبوت مل گیا کہ ۲۰۲۰ء میں انتقال کر جانے والے ایک عالم دین کے مطابق رسول اللہ (ص) کی چار سگی بیٹیاں تھیں۔

۲۹) جعفر سبحانی خیابانی

اب یہاں میں سات ایسے شیعہ علماء کے خیالات نقل کروں گا جو ابھی بھی حیات ہیں۔ آیت اللہ جعفر ابن حسین سبحانی خیابانی کا شمار بہترین رجالی علماء میں کیا جاتا ہے۔ وہ ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے اور شیعہ فقہ، رجال اور حدیث پر کافی کام کر چکے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ (ص) کی سیرت طیبہ بھی لکھی اور اس میں حضرت خدیجہؑ کی اولاد میں چار بیٹیوں کا ذکر کیا۔[۸۲] معلوم ہونا چاہئے کہ جعفر سبحانی علم رجال و حدیث کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلامی سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور مسلک تشیع کی فقہی تاریخ پر ایک ضخیم کتاب لکھ چکے ہیں جو میرے پاس لسان انگریزی میں موجود ہے۔ پس ان کا رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کی تصدیق کرنا ایک بڑی بات ہے۔ جعفر سبحانی صاحب کے علمی افکار ایک ایسے شیعہ کے لیے کافی فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں جو مکتب تشیع کا گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہتا ہو۔

۳۰)علی الحسینی سیستانی

سید علی الحسینی سیستانی کی پیدائش ۱۹۳۰ء میں ہوئی اور اس وقت وہ خامنہ ای کے بعد شیعوں کے مشہور ترین عالم دین ہیں۔ عراق میں ان ہی کا ڈنکا بجتا ہے اور انکے فتاویٰ کی لوگوں کے درمیان بہت اہمیت ہے۔ عبدالاعلیٰ سبزواریؒ کے انتقال کے بعد سیستانی ہی خوئیؒ کے جانشین قرار پائے اور ان کے منہاج کی اتباع کرتے ہیں۔ البتہ سیستانی اپنے استاذ سے بعض معاملات میں اختلاف بھی کرتے ہیں اور ان کی اپنی شاگردوں سے ہونے والی گفتگو رسائل کی صورت میں دستیاب ہے۔ چنانچہ المیسر کے نام سے حج اور عمرے پر ایک رسالہ انکی ویب سائٹ پر موجود ہے۔[۸۳] اس میں مدینہ منورہ میں کیے جانے اعمال میں سے ایک عمل یہ ہے کہ رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں ام کلثوم، رقیہ اور زینب (رضوان اللہ علیہم) کی قبور پر حاضری دی جائے۔ چنانچہ اس رسالے کی رو سے سیستانی کے نزدیک چار بیٹیوں کا وجود ثابت ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ کتاب سیستانی کی اپنی تصنیف نہیں بلکہ ان کے دفتر نے شائع کی ہے۔ البتہ سیستانی صاحب کے اصول سے واقف ہر فرد اس بات کی گواہی دیگا کہ ان کے منہاج کے مطابق چار بیٹیوں کا عقیدہ ہی عقل کے زیادہ قریب ہے۔

۳۱)محمد تقی مدرسی

السید محمد تقی مدرسی ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے اور ان کا شمار عراق کے بہترین علمائے شیعہ میں کیا جاتا ہے۔ ان کے والد کاظم مدرسیؒ بھی ایک عظیم الشان عالم دین تھے اور مہدی شیرازی ان کے نانا تھے۔ تقی مدرسی کو سیستانی کے بعد عراق کا اہم ترین عالم دین خیال کیا جاتا ہے اور سیاسی منظر نامہ پر بھی یہ موجود رہتے ہیں۔ اپنی ایک کتاب میں انہوں نے حضرت خدیجہؓ کے متعلق کچھ لکھا اور بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ (ص) کے یہاں چار بیٹیاں پیدا ہوئیں: زینب، ام کلثوم، فاطمہ اور رقیہ (رضوان اللہ علیہم)۔[۸۴] چنانچہ ایک اور جلیل القدر و معتبر عالم دین کی گواہی ہمیں مل گئی جس کے نزدیک رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود ثابت ہے۔

۳۲)ہادی الیوسفی الغروی

شیخ محمد ہادی الیوسفی الغروی کی پیدائش ۱۹۴۸ء میں ہوئی اور وہ تاریخ کے میدان میں ایک الگ ہی مقام رکھتے ہیں۔ تاریخ کے میدان میں رسول جعفریان اور آیت اللہ ری شہریؒ کا ہم پلہ اگر کوئی ہے تو وہ ہادی الیوسفی الغروی ہیں۔ ان کی ضخیم کتاب موسوعہ تاریخ الاسلامی آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے اولاد خدیجہ بنت خویلدؓ پر باب باندھا جس میں اولاد رسول کا تذکرہ کیا۔[۸۵] اولاد رسول کے نام پر مختلف روایات نقل کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اگر ان تمام قوی دلائل کے باوجود کسی کا نظریہ تبدیل نہ ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟! روایات معتبرہ اور علمائے شیعہ کے مطابق نبی کریم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے صلب مبارک سے چار بیٹیوں کا پیدا ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کی کوئی شبہ نہیں پایا جاتا۔

۳۴) السید الہاشم میلانی

آخر میں السید الہاشم میلانی کی کتاب کا حوالہ دیتا چلوں جنہوں نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں خدیجہؓ سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔[۸۶] اپنی اس بات کا حوالہ وہ قرب الاسناد میں موجود اس روایت کو بناتے ہیں جس کو ہم نے نقل کیا۔ چنانچہ رسول اللہ (ص) کے یہاں چار صلبی بیٹیوں کا پیدا ہونا ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ یہ سب لکھنے کے بعد مجھے نعمت اللہ الجزائریؒ کا ایک حوالہ ملا جس میں انہوں نے دختران رسول کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ امیر المومنین (ع) نے جس دختر رسول سے نکاح کیا وہ سیدۃ النساء کہلائی اور یہ شرف ان دختران رسول کے حصہ میں نہیں آیا جو خلیفہ ثالث کے عقد میں تھیں۔[۸۷] اس ہی طرح مجھے سعودیہ سے تعلق رکھنے والے شیعہ عالم دین فوزی ابن محمد تقی آل سیف کا حوالہ ملا جنہوں نے اس موضوع پر کافی لمبی بحث کی اور فریقین کے دلائل کا جائزہ لیا۔[۸۸] لیکن آخر میں وہ اس ہی نتیجے پر پہنچے کہ شیعہ روایات اور محدثین کے مطابق چار بیٹیوں کا وجود ثابت ہے اور ان بیٹیوں کے وجود کا انکار کرنا معتبر تاریخی واقعات کو جھٹلانے کے مترادف ہوگا۔

ایک اور حدیث

آخر میں یہاں ایک اور حدیث نقل کرتا چلوں جو مجھے ابھی ملی ہے۔ شیخ صدوقؒ بیان کرتے ہیں کہ طالقانی نے جلودی سے روایت کی جنہوں نے مغیرہ ابن محمد سے روایت کی جس نے رجاء بن سلمہ سے روایت کی جنہوں نے عمرو ابن شمر سے روایت کی جنہوں نے جابر ابن یزید سے روایت کی جنہوں نے امام محمد باقر (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین (علیہ السلام) نے نہروان سے پلٹنے کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کہتے ہیں: ''...میں شوہر بتول ہوں جو سیدۃ النساء العالمین فاطمہ ہیں، تقیہ وزکیہ۔ نیکوکار، ہدایت یافتہ۔ اللہ کے حبیب کی پیاری، آپ کی بیٹیوں اور نسل میں بہترین...''[۸۹] پس یہ حدیث مزید اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت فاطمہ (ع) اپنے والد کی اکلوتی صاحبزادی نہیں تھیں۔ شیعہ کتب کی روشنی میں کثرت بنات رسول پر سنی علماء کی طرف سے ایک کتاب لکھی جا چکی ہے جو ناکافی ہے اور اس میں اول تو شیعہ احادیث کے حوالہ جات نہ ہونے کے برابر ہیں اور دوم یہ کہ اس میں سنی حوالہ جات کی بھرمار ہے۔[۹۰] میری اس کتاب میں شیعہ حوالہ جات ہی آپ کو ملیں گے اور سنیوں کی کتابوں کا حوالہ یا تو شاہد کے طور پر پیش کیا جائے گا یا پھر تاریخی قصوں کو نقل کرتے وقت درج کیا جائے گا۔ ہمارے معصومین سے مروی معتبر روایات ہی ہم سارے شیعوں پر حجت ہونی چاہئیں۔ تو امید ہے کہ یہ روایات اور مختلف محدثین کی آراء آپ کو پسند آئی ہیں۔

ممکن ہے کہ ان کے علاوہ بھی بعض روایات واقوال کتب شیعہ میں موجود ہوں جن سے ہمیں آگاہی حاصل نہیں۔ اگر آپ کو مزید ایسی کوئی حدیث ملے جس میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا تذکرہ موجود ہو تو مجھے ضرور مطلع کریں۔ تحقیق کا دروازہ کبھی بند نہیں ہونا چاہئے اور سچ ملنے کے بعد اس سے انکار کرنا غلط ہے۔

قول آخر

بس یہاں ہم نے کل ملا کر پینتیس اسناد آپ کے گوش گزار کر دیں۔ احادیث ہم نے انیس پیش کیں لیکن اگر ان کی اسناد گنی جائیں تو وہ تعداد میں پینتیس بنتی ہیں۔ اتفاق ملاحظہ کیجئے کہ جن مصنفین کے نام ہم نے یہاں لکھے وہ بھی پینتیس ہی ہیں۔ کیونکہ ہاشم میلانی کے ضمن میں مزید دو لوگوں کی آراء پیش کر دی گئیں۔ چنانچہ پینتیس اسناد اور پینتیس اقوال ہم نے اپنی بات کے حق میں پیش کیے۔ یہ تمام اسناد صحیح نہیں۔ البتہ ان میں سے بعض صحیح بھی ہیں۔ لیکن یہ سب مل کر ایک دوسرے کو تقویت بخشتی ہیں اور تواتر معنوی کا فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی ایک سے زیادہ بیٹیاں ہونا شیعہ روایات کے تواتر سے ثابت ہے۔ پھر بتیس شیعہ علما، ایک غالی، ایک اسماعیلی اور ایک شیعہ مفکر کا اس قول کے حق میں لکھنا ہمارے مؤقف کی سچائی پر ایک مبین دلیل ہے۔ الحمدللہ!

اب آئندہ صفحات میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے حق میں چند عقلی دلائل پیش کیے جائیں گے جو اس مسئلہ کو ان افراد کے لیے واضح کر دیں جو روایات کے منکر ہیں۔ حال ہی میں الحسن اللہ یاری صاحب نے چار بیٹیوں اور سید زادی سے نکاح جیسے مسائل پر بات کی تو پاکستانی غلاۃ (جو پہلے اللہ یاری کے طرفدار تھے کیونکہ وہ علمائے شیعہ کا مخالف ہے) اسکے دشمن بن بیٹھے۔ اس نے روایات کی روشنی میں ثابت کیا کہ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی ایک سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ پھر ایک پروگرام میں کسی شیعہ نے آ کر کہا کہ میں کسی کتاب کو نہیں مانتا، آپ مجھے عقل کی رو سے سمجھائیں کہ چار بیٹیاں کیسے تھیں۔ حالانکہ یہ ایک انتہائی احمقانہ دعویٰ ہے۔ چار بیٹیوں کا وجود کتابوں سے ہی ثابت کیا جا سکتا ہے، یہ کوئی عقلی و منطقی نکتہ تو ہے نہیں جس کو ہم فلسفہ پڑھ کر حل کر سکیں۔ لیکن پھر بھی یہاں بعض ایسے عقلی دلائل پیش کیے جائیں گے جو چار بیٹیوں کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔ پھر میں ان شبہات کا جواب پیش کرونگا جو چار بیٹیوں کے وجود کے منکرین سامنے لاتے ہیں مثلاً یہ شبہ کہ اگر چار بیٹیاں تھیں تو وہ مباہلہ میں شریک کیوں نہیں ہوئیں۔ امید ہے کہ شبہات کا جواب دیکھنے کے بعد آپ کا قلب مطمئن ہو جائے گا اور آپ جان جائیں گے کہ حضور (ص) کی چار بیٹیاں تھیں۔

عقلی دلائل

ہم نے شیعہ کتب میں موجود پینتیس اسناد اور پینتیس ہی شیعہ شخصیات کے اقوال کی مدد سے ثابت کر دیا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیاں تھیں جنہیں حضرت خدیجہؓ نے جنم دیا۔ البتہ ان تمام دلائل کے باوجود بعض افراد اس بات کے قائل نہ ہوں گے اور چاہیں گے کہ انہیں مزید براہین قاطعہ فراہم کیے جائیں۔ حالانکہ آئمہ اہل البیت (سلام اللہ علیہم اجمعین) سے مروی اتنی ساری روایات اور تیس سے زائد شیعہ علماء کے اقوال کی موجودگی میں مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن پھر بھی ہم یہاں بعض ایسے عقلی دلائل فراہم کریں گے جو اس مسئلے پر قول آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم مختلف کتب تاریخ، کتب انساب اور کتب تمیز الاصحاب رسول کا استعمال کر کے یہ ثابت کریں گے کہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا وجود برحق ہے۔ عقل کی روشنی میں دس ایسے دلائل دیے جائیں گے جن سے یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔ اگر پھر بھی کسی کے ذہن میں کوئی سوال باقی رہ جائے تو پھر ہم شبہات کے جوابات بھی دیں گے۔ پس اللہ کے نام سے عقلی دلائل شروع کیے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل

جو لوگ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کے منکر ہیں ان کے نزدیک حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی باقی تین بہنیں ان کی خالہ ہالہ بنت خویلدؓ کی بچیاں تھیں جنہیں حضرت خدیجہؓ نے گود لے لیا تھا۔[۹۱] چنانچہ یہی مطلب انٹرنیٹ پر مختلف لوگ پیش کرتے ہیں اور ان بچیوں کو بنات ہالہ بتاتے ہیں۔ آگے چل کر ہم اس نکتے پر بھی روشنی ڈالیں گے کہ سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑنے والا ابوالقاسم الکوفی نامی ایک غالی تھا جس نے بنات رسول کو ہالہؓ کی یتیم بیٹیاں قرار دیا۔ اگر ہم مان لیں کہ زینبؓ کی والدہ ہالہؓ خدیجہ کی ہمشیرہ تھیں تو یہاں مسئلہ یہ پیدا ہوگا کہ زینبؓ کا نکاح فرزند ہالہؓ ابوالعاص سے کیسے ہوا۔ ابوالعاص ابن الربیع کی والدہ ہالہ تھیں[۹۲] جو کہ ایک مشہور تاریخی حقیقت ہے۔ اگر زینب اور ابوالعاص کی ماں ایک ہی عورت تھی تو بھلا ان دونوں کا نکاح کیسے جائز ہوا؟ بہن بھائیوں کے درمیان نکاح عرب معاشرے میں ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ پس رسول اللہ (ص) کی ان بچیوں کے نسب کا انکار کرنا اور انہیں اولاد ہالہ بتانا ان کے نکاح کو باطل کرتا ہے اور نبی پاک (ص) پر الزام جاتا ہے کہ انہوں نے (معاذ اللہ) زینب کا نکاح سوتیلے بھائی سے کرا دیا۔ زینب (سلام اللہ علیہا) اور ابوالعاص آپس میں بھائی بہن نہیں تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان نکاح ہوا۔ ہاں، کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ زینبؓ خدیجہؓ کی پچھلے شوہر سے بیٹی تھیں اور اس بناء پر ابوالعاص سے نکاح کیا گیا۔ البتہ ابوالقاسم الکوفی جس نے سب سے پہلے خلیفہ ثالث کی ان دو بیویوں کے نسب کا انکار کیا وہ اس وہم میں مبتلا تھا کہ عثمان کی شادی زینب سے ہوئی تھی۔ خیر، ہم مزید عقلی دلائل فراہم کریں گے جن سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم (رضوان اللہ علیہم) رسول اللہ (ص) اور خدیجہؓ کی صلبی بیٹیاں تھیں۔

دوسری دلیل

اگر مان لیا جائے کہ رسول اللہ (ص) نے زینب، رقیہ اور ام کلثوم (سلام اللہ علیہم) کو گود لے کر پالا اور یہ آپ کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں کا اصل باپ کون تھا۔ جیسا کہ ہم نے بالکل آغاز میں ذکر کیا، مقداد ابن الاسودؓ کے سگے والد کا نام تاریخ میں مذکور ہے حالانکہ وہ بچپن میں گھر سے بھاگ گئے تھے اور مکہ میں الاسود ابن عبد یغوث قرشی الزہری نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا تھا وگرنہ انکے والد کا نام عمرو ابن ثعلبہ قضاعی الکندی ہے۔[۹۳] عرب اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ایک متبنّیٰ کا اصل نسب یاد رکھا جائے۔ پس اگر نبی کریم (ص) کی یہ تینوں بیٹیاں درحقیقت لے پالک ہوتیں تو ان کے باپوں کے نام ماہرین انساب محفوظ رکھتے۔ اس ہی طرح رسول اللہ (ص) کے ایک اور پروردہ زید ابن حارثہؓ کے والد کا نسب نامہ حارثہ ابن شراحیل ابن کعب ابن عبدالعزیٰ ہمارے پاس محفوظ ہے۔[۹۴] ہم جانتے ہیں کہ آیت اترنے سے قبل لوگ زید کو زید ابن محمد پکارتے تھے لیکن کسی نے زید کا اصل نسب فراموش نہیں کیا۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی بھی ماہر انساب نے ان تین بیٹیوں کے باپ یا باپوں کے اسمائے گرامی یاد نہ رکھے ہوں۔ کتب تاریخ و انساب کے مطابق ان تینوں کے والد ماجد رسول اللہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہی تھے۔ اگر رسول اللہ (ص) کے علاوہ یہ کسی اور شخص کی صلبی بیٹیاں ہوتیں تو اس آدمی کا نام ماہرین انساب نے ضرور محفوظ کیا ہوتا۔ لیکن ابوالقاسم الکوفی سے قبل کسی نے ان بچیوں کے نسب میں شک نہیں کیا۔ یہ عقلی دلیل کافی اہم ہے اور ہم آگے چل کر چند کتب انساب سے حوالہ جات آپکی خدمت میں پیش کریں گے۔

تیسری دلیل

کافی شیعہ ابوالقاسم الکوفی کی اندھی تقلید کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تینوں ہالہؓ کی بیٹیاں تھیں جنہیں خدیجہؓ نے گود لے لیا تھا۔ حالانکہ ماہرین انساب کے نزدیک ہالہ کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ ہالہؓ کے بیٹوں میں ابوالعاص کا نام ہمیں ملتا ہے۔ لیکن ہماری تحقیق کی روشنی میں ایسی کوئی بات ثابت نہیں کہ ہالہؓ کے یہاں کوئی بیٹی بھی پیدا ہوئی تھی۔ مثال کے طور پر ابوالعاص ابن الربیع کے باپ کے مرنے پر ہالہؓ نے الربیع کے بھائی ربیعہ سے نکاح کرلیا جس سے الوفی پیدا ہوا جو ابوالعاص کا سوتیلا بھائی تھا۔[۹۵] اس ہی طرح عدی نام کے ایک شخص کا ذکر کتابوں میں موجود ہے جو کہ ابوالعاصؓ کا بھائی تھا۔[۹۶] البتہ بعض کتابوں میں اس عدی کو ابوالعاص کے چچا ربیعہ کا بیٹا بھی قرار دیا جاتا ہے۔[۹۷] چنانچہ ہمیں تاریخ کی کتابوں میں ہالہؓ سے منسوب کسی بیٹی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مؤرخین جیسے کہ ابن الاثیر نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ خدیجہ بنت خویلدؓ کی ہالہ نامی ایک ہی بہن تھی اور صحیح البخاری میں جس ہالہ بنت خویلدؓ کا نام لکھا ہے وہ ابوالعاصؓ ہی کی والدہ ماجدہ ہیں، کوئی اور ہالہ بنت خویلد نہیں۔[۹۸] ہالہؓ کے یہاں الربیع اور اس کے بھائی ربیعہ سے اولاد ہوئی۔ اگر ہالہ کی کوئی بیٹی بھی ہوتی تو اس کا نام ہمیں مل جاتا۔ کیونکہ ماہرین انساب نے نہ صرف قدیم عرب کی بیٹیوں کے نام جمع کیے ہیں بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ کس بیٹی کی شادی کس مرد سے ہوئی اور کس کے یہاں کتنی اولاد ہوئی۔ چنانچہ ہالہؓ کی کوئی بیٹی ہونا ثابت نہیں۔

چوتھی دلیل

اگر مان بھی لیا جائے کہ ہالہؓ کی کوئی بیٹی تھی تو بھلا اس کی پرورش خدیجہؓ کیوں کرتیں؟ معلوم ہونا چاہئے کہ قدیم عرب میں ایک شخص اگر کسی بیوہ یا طلاق یافتہ سے شادی کرتا تو پھر وہ اس کے پچھلے خاوندوں کی اولاد کی بھی پرورش کرتا۔ چنانچہ ہند ابن ابی ہالہؓ جناب خدیجہؓ کے پچھلے شوہر ابی ہالہ النباش ابن زرارہ تمیمی کے فرزند تھے جنہیں رسول اللہ (ص) نے پالا۔ اسی طرح امیر المومنین (ع) نے محمد ابن ابی بکرؓ کی پرورش کی جو خلیفہ اول کے بیٹے تھے لیکن انکی والدہ ماجدہ اسماء بنت عمیسؓ نے اپنے میاں کے انتقال کے بعد امیر المومنین (ع) سے عقد کر لیا تھا۔ اس رسم کی ایک اور مثال جناب عمر ابن ابی سلمہؓ ہیں جو حضرت ام سلمہؓ کے بیٹے تھے اور جب ابو سلمہؓ جنگ میں شہید ہو گئے اور ان کی بیوہ نے رسول اللہ (ص) سے شادی کر لی تو عمرؓ کی پرورش نبی پاک (ص) کے گھر ہوئی۔ پس اگر ہالہ کے پچھلے شوہروں سے بیٹیاں ہوتیں تو ان کی پرورش ہالہ کے دیگر شوہر ہی کرتے۔ تاریخی اعتبار سے ہالہؓ نے زندگی بھر میں چار شادیاں کیں اور ان کی وفات حضرت خدیجہؓ کے بھی بعد ہوئی۔ تو بھلا حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) کو کیا پڑی تھی کہ اپنی بہن کی بچیوں کی پرورش کرتیں جبکہ بہن زندہ تھیں اور شادی شدہ بھی؟! مثال کے طور پر بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق ایک مرتبہ ہالہؓ نے رسول اللہ (ص) کے پاس تشریف لانے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ (ص) کو یاد آ گیا کہ خدیجہؓ اپنی زندگی میں کس طرح اجازت طلب کرتی تھیں۔ اس پر عائشہ نے خدیجہ کے متعلق سخت الفاظ کہے۔[۹۹] پس ہالہؓ کا خدیجہؓ کے بعد بھی زندہ رہنا ثابت ہے۔ تاریخ ہمیں ہالہؓ کے شوہروں کے نام یہ بتاتی ہے: وہب ابن عبید ابن جابر ثقفی، الربیع ابن عبد العزیٰ ابن عبد شمس، اس کا بھائی ربیعہ اور قطن ابن وہب ابن عمرو الخزاعی۔[۱۰۰] پس اگر ہالہؓ کی کوئی بیٹی ہوتی تو اس کی پرورش ان میں سے کوئی آدمی کرتا، رسول اللہ (ص) اور خدیجہؓ نہ کرتے۔

پانچویں دلیل

اگر یہ تینوں لڑکیاں رسول اللہ (ص) کی پروردہ یعنی لے پالک ہوتیں (جس کو بعض لوگ پالتو بھی کہتے ہیں) تو ان کے نام ہمیں پروردہ بچوں میں ملتے۔ رسول اللہ (ص) نے اپنی زندگی میں کئی بچوں کی پرورش کی۔ انہیں ربائب النبی کہا جاتا ہے جن میں سب سے زیادہ مشہور تو زید ابن حارثہؓ ہیں جنہیں حضور (ص) نے متبنّیٰ کر لیا تھا یعنی اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ چنانچہ زید کا نام ربیب النبی کے طور پر لیا جاتا ہے۔ یہ کافی مشہور واقعہ ہے اور مختلف احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے کہ مسلمان زید ابن حارثہ کو زید ابن محمد پکارتے تھے یہاں تک کہ سورۃ الاحزاب کی آیت نازل ہوئی۔[۱۰۱] اس ہی طرح امیر المومنین (ع) کی پرورش رسول اللہ (ص) نے کی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؓ نے رسول اللہ (ص) اور عباس ابن عبد المطلبؓ سے کہا کہ میں ایک کثیر العیال آدمی ہوں اور ہاتھ تنگ ہے تو تم دونوں میرے کسی بیٹے کو گھر لے جاؤ تا کہ اس کی پرورش کر سکو۔ چنانچہ عباسؓ نے جعفر ابن ابی طالبؓ کی پرورش کا ذمہ لیا جبکہ حضور اکرم (ص) نے علی (علیہ السلام) کی ذمہ داری اٹھائی۔[۱۰۲] پس امیر المومنین (ع) کا شمار بھی رسول اللہ (ص) کے ربائب میں ہوتا ہے۔ اس ہی طرح جیسا کہ ہم نے بیان کیا

عمر ابن ابی سلمہؓ نے رسول اللہ (ص) کے ربیب ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔[۱۰۳] عمرؓ سے احادیث بھی منقول ہیں جن میں ان صاحب کا تعارف ربیب النبی کے طور پر کرایا گیا ہے۔[۱۰۴] ان عمرؓ کی زینبؓ نامی ایک بہن تھیں جن کی پرورش بھی رسول اللہ (ص) نے کی اور جنکا شمار ربائب النبی میں کیا جاتا ہے۔[۱۰۵] ممکن ہے کہ اب کوئی شیعہ محقق اس روایت کو دیکھ کر سمجھے کہ یہاں جس زینب سے حدیث روایت ہو رہی ہے وہ ابوالعاص کی بیوی زینب ہے حالانکہ یہاں واضح طور پر زینب بنت ابی سلمہ لکھا ہے اور یہ روایت رسول اللہ (ص) کے انتقال کے بعد کی ہے جبکہ ابوالعاصؓ کی بیوی زینبؓ کی وفات تو حیات رسول اللہ (ص) میں ہی ہو چکی تھی۔ لیکن ربائب النبی میں ایک اور نام کافی اہمیت کا حامل ہے اور وہ نام ہند ابن ابی ہالہ تمیمی کا ہے۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے پچھلے شوہر کی اولاد تھے اور ان کا تذکرہ بھی ربائب النبی میں کیا جاتا ہے۔[۱۰۶] چنانچہ یہاں ہم نے رسول اللہ (ص) کے پانچ لے پالک بچوں کے نام گنوا دیے۔ کسی نے بھی زینب، رقیہ یا ام کلثوم (سلام اللہ علیہم) کا نام ربائب النبی میں نہیں لکھا اور یہ قول ابوالقاسم الکوفی کی بدعت ہے۔ استغفر اللہ!

چھٹی دلیل

اہل السنّت اور اہل تشیع نے متفقہ طور پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ (ص) اور ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ نے عقد کے بعد چھ بچوں کو جنم دیا۔ ان میں سے چار بیٹیاں تھیں جن کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم) ہیں۔ پس شیعہ اور سنی علماء کا تواتر کے ساتھ اس بات کو نقل کرنا اس قول کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، شیعہ علماء ماضی میں چار بیٹیوں کے ہی قائل تھے۔ متقدمین کے نزدیک خلیفہ ثالث کی دونوں بیویاں رسول اللہ (ص) کی صلبی بیٹیاں تھیں۔ ابوالعاص کی بیوی بھی رسول اللہ (ص) ہی کی سگی صاحبزادی تھی۔ چنانچہ متقدمین شیعہ کا تواتر اس قول کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے۔ جو پینتیس اسناد ہم نے نقل کیں وہ سب کی سب اس قول کے معنوی تواتر کو ثابت کرتی ہیں۔ اگر آپ ان تمام اسناد کو ہی غیر معتبر قرار دے دیں تب بھی یہ سب مل جل کر ایک دوسرے کو تقویت دیں گی۔ چنانچہ شیعہ اور سنی علماء کا تواتر کے ساتھ حضور اکرم (ص) کی چار بیٹیوں کا ذکر کرنا چار بیٹیوں کے وجود کے حق میں ایک ایسی دلیل ہے جس کا انکار اگر کیا جائے تو پھر کسی بھی قول کا اعتبار باقی نہیں رہتا۔

ساتویں دلیل

معلوم ہونا چاہئے کہ امیر المومنین (ع) کے تین بھائی تھے: طالب، عقیلؓ اور جعفر طیارؓ۔ طالب تو جنگ بدر کے بعد غائب ہو گئے اور کسی کو نہیں ملے۔ جعفر طیارؓ نے غزوہ موتہ میں شہادت پائی۔ عقیلؓ زندہ رہے اور امیر المومنین (ع) کی خلافت کا زمانہ دیکھا۔ اس ہی طرح ام ہانیؓ اور جمانہؓ امیر المومنین (ع) کی دو بہنیں تھیں۔ بعض روایات کے مطابق ریطہ نام کی بھی ایک بہن تھیں۔[۱۰۷] حضرت ابوطالبؓ کی تمام تر اولاد فاطمہ بنت اسدؓ سے ہوئی۔[۱۰۸] البتہ طلیق نامی ایک فرزند کی ماں کوئی اور عورت تھی اور غالباً طلیق بچپن میں فوت ہو گیا تھا۔ پس امیر المومنین (ع) کے اتنے سارے سگے بھائی بہن تھے لیکن ان میں سے کسی کے بھی وجود کا ہم انکار نہیں کرتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت

فاطمہ (ع) کی سگی بہنوں کا انکار کیا جاتا ہے؟ اس ہی طرح حسنین کریمین (سلام اللہ علیہا) کی سگی بہنوں زینبؓ و رقیہؓ کے وجود کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ امام زین العابدین (ع) کے بھائی بہنوں یعنی علی الاکبرؓ، علی الاصغرؓ، فاطمہؓ و سکینہؓ کے وجود میں کسی کو شبہ نہیں۔ حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین (ع) کے یہاں سات بیٹے اور نو بیٹیاں ہوئیں جن میں سے چھ فرزندان کی نسل آگے بڑھی۔[۱۰۹] ان بیٹوں میں سے امام محمد ابن علی الباقر (ع) اور عبداللہ الباہر کی ماں ایک ہی خاتون تھیں۔[۱۱۰] امام محمد باقر (ع) کے یہاں کافی بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں لیکن ماہرین انساب کے مطابق نسل صرف امام جعفر الصادق (ع) سے چلی۔[۱۱۱] امام جعفر الصادق (ع) کی نسل مبارک میں کئی بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ البتہ نسل صرف پانچ سے چلی: موسیٰ الکاظم (ع)، اسماعیل، علی العریضی، محمد المامون اور اسحاق۔[۱۱۲] امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم (ع) کی اولاد بھی بہت زیادہ ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کے یہاں اٹھارہ بیٹے اور بارہ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔[۱۱۳] البتہ دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ سینتیس بیٹے اور تیئیس بیٹیاں پیدا ہوئیں۔[۱۱۴] ان میں سے جن لڑکوں کی نسل بڑھی ان کے نام عباس، اسماعیل، محمد، عبداللہ، عبیداللہ، حسن، جعفر، اسحاق، حمزہ، زید النار، الحسین، ہارون اور علی الرضا (ع) ہیں۔[۱۱۵] اس ہی طرح ماضی کے پیغمبروں کے بھی کافی بہن بھائی تھے۔ آدم (ع) کے بیٹوں میں ہابیل اور قابیل شامل ہیں۔ یعقوب (ع) اور یوسف (ع) دونوں کے بھائی تھے۔ چنانچہ جب دیگر معصومین کے بھائی بہنوں کی موجودگی کا انکار نہیں کیا جاتا تو پھر حضرت فاطمہ (ع) کو زبردستی اپنے والد کی واحد بیٹی ثابت کرنا محض بعض شیعوں کی ڈھٹائی ہے۔ حضرت فاطمہ (ع) کی تین سگی بہنوں کا وجود کوئی غیر معمولی بات نہیں۔

آٹھویں دلیل

یہ دلیل زیادہ مضبوط نہیں اور ہم اسے یہاں صرف علمی چھکی کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ چار بیٹیوں کے وجود کے منکر افراد کی طرف سے الٹے سیدھے اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں جن کی کوئی علمی حیثیت نہیں۔ مثلاً ایک آدمی اعتراض کرتا ہے کہ جنگ احد میں نبی کریم (ص) جب زخمی ہوئے تو سیدۃ النساء فاطمہ (ع) اپنے والد کے پاس میدان میں آئیں اور مرہم پٹی کی لیکن کوئی اور بیٹی نہیں آئی۔ وہ اس قسم کے دلائل پیش کر کے رسول اللہ (ص) کی دیگر بیٹیوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں حالانکہ کسی مخصوص جنگ میں باقی اولاد کا موجود نہ ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہوتا کہ اولاد سگی نہیں تھی۔ چنانچہ ہم اس قسم کے الٹے سیدھے اعتراضات کے مقابلے پر ایک عقلی دلیل یہ پیش کر رہے ہیں کہ اگر باقی تین بیٹیاں رسول اللہ (ص) کی پروردہ تھیں تو اس لحاظ سے وہ آپ کی نامحرم ہوئیں۔ کیونکہ ان بچیوں کی والدہ تو ہالہؓ تھیں اور باپ کوئی اور تھا (بقول شما) تو بھلا کس شرعی حکم کی بناء پر یہ بیٹیاں رسول اللہ (ص) کے گھر میں پلی بڑھیں؟ یاد رکھو کہ ابوسلمہؓ کی بیٹی زینبؓ تو رسول اللہ (ص) کی سوتیلی صاحبزادی ہوئیں کیونکہ ان کی والدہ ام سلمہؓ پیغمبر کے نکاح میں تھیں۔ چنانچہ ان کا محرم ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن ہالہؓ کی بیٹیاں بھلا کیسے رسول اللہ (ص) کی محرم ہو گئیں؟ اگر آپ اس بات پر اصرار کریں کہ یہ ہالہؓ کی نہیں بلکہ خدیجہؓ کی ہی بیٹیاں تھیں تو پھر آپ ثابت کریں کہ کس مؤرخ یا نسابہ نے انہیں پچھلے شوہروں کی اولاد قرار دیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان بچیوں کا حضور اکرم (ص) کے گھر پرورش پانا ان کے نہ صرف محرم بلکہ صلبی اولاد ہونے کی ایک ضعیف مگر معقول دلیل ہے۔

نویں دلیل

وہ کون شخص ہے جس نے سب سے پہلے رسول اللہ (ص) کی ان تین بچیوں کے نسب کا انکار کیا؟ اس شخص کا نام ابوالقاسم علی ابن احمد الکوفی ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں وفات پائی۔ یہ انسان شیعوں کا ایک عالم اور مصنف تھا لیکن بعد میں گمراہ ہو گیا اور اس نے غلاۃ کے عقائد اختیار کر لیے۔ چنانچہ یہ ضعیف العقیدہ اور فاسد المذہب قرار پایا۔ اس نے اپنی کتاب الاستغاثۃ فی بدع الثلاثۃ میں رسول اللہ (ص) کی باقی بیٹیوں کے نسب کو جھٹلایا ہے۔[۱۱۶] یہ شخص تاریخ سے واقف نہیں اور اپنی کتاب میں اس سے فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جو اس کی جہالت پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ احمق انسان لکھتا ہے کہ ہالہؓ نے ابو ہند تمیمی سے نکاح کیا اور دو بیٹیوں کو جنم دیا: زینب اور رقیہ۔ مگر ہالہؓ کی مالی حالت بہت خراب تھی چنانچہ وہ اپنی بچیوں کا بار برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ ابو ہند مر گیا اور ہالہؓ کا فرزند ہند اپنی قوم کے پاس چلا گیا۔ البتہ ان دونوں بیٹیوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ رسول اللہ (ص) نے جب خدیجہؑ سے شادی کی تو اس کے کچھ ہی عرصے بعد ہالہؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ چنانچہ زینب اور رقیہ کو رسول اللہ (ص) اور خدیجہؑ نے گود لے لیا۔ بس یہ ابوالقاسم الکوفی کی بیان کردہ داستان ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں۔ اس نے حضرت خدیجہؑ کے پچھلے شوہروں کا انکار کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ وہ دونوں اصل میں ہالہؓ کے شوہر تھے۔ پھر اس نے زینب اور رقیہ کا ذکر کیا کیونکہ اس بیوقوف شخص کے خیال میں خلیفہ ثالث نے جن بنات رسول سے نکاح کیا تھا وہ زینب و رقیہ تھیں (حالانکہ اسلامی تاریخ کا ادنیٰ سا طالبعلم بھی جانتا ہے کہ ان دونوں کے نام رقیہؓ و ام کلثومؓ تھے)۔ پھر اس نے دعویٰ کیا کہ ہالہؓ کا انتقال خدیجہؑ سے پہلے ہوا جو سراسر جھوٹ ہے۔ لیکن افسوس کہ ابوالقاسم الکوفی کی یہ احمقانہ داستان کافی شیعہ علماء نے سچ سمجھ لی ہے۔ حالانکہ کوئی بھی اچھا مؤرخ یا نسابہ اس داستان کو بآسانی غلط ثابت کر سکتا ہے۔ پس اگر آپ ابوالقاسم کی اس داستان کے قائل ہیں تو پھر آپ کو اسلامی تاریخ کے کافی ثابت شدہ واقعات کا انکار کرنا ہوگا۔ ابوالقاسم الکوفی کو نجاشیؒ، طوسیؒ اور ابن غضائریؒ نے غالی اور ضعیف قرار دیا ہے۔[۱۱۷] پس اس غالی کے قول پر احادیث اہل البیت اور اقوال علمائے شیعہ کو ترجیح دینی چاہیے۔

دسویں دلیل

رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا تذکرہ ماہرین انساب نے کیا ہے۔ اگر یہ بیٹیاں رسول اللہ (ص) کی پروردہ ہوتیں تو کوئی نسابہ ضرور اس کے متعلق ہمیں آگاہ کرتا۔ پس ماہرین انساب کا اجماع اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں خدیجہؑ کے بطن مبارک سے زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم) پیدا ہوئیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہاں ان ماہرین انساب کے نام بیان کیے جائیں جن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ سیدزادی اور غیر سید کے نکاح کو لے کر بھی ماہرین انساب کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جو غالی پوچھے کہ کس امام نے اپنی بیٹی کا نکاح غیر سادات میں کیا تو اسے شیعہ سنی ماہرین انساب کی لکھی تالیفات میں سے آئمہ (علیہم السلام) کے غیر سید دامادوں کے نام دکھا دو۔ حضور اکرم (ص) کے دو داماد غیر سادات تھے۔ ہم یہاں بعض مشہور اور معتبر ماہرین

انساب اوران کی کتابوں کے درج کیے دیتے ہیں جن کا مطالعہ کرنا دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے:

اول: ابوالحسن نجم الدین علی ابن ابی الغنائم محمد ابن الصوفی العمری العلوی کا انتقال ۴۶۰ھ کے لگ بھگ ہوا اور یہ مجدی فی انساب الطالبین کے مصنف ہیں۔ یہ اور انکے اجداد سب ماہرین انساب تھے اور یہ امیر المومنین (ع) کے فرزند عمر الاطرف کی نسل سے ہیں۔ انکا تذکرہ ماہرین انساب نے عمر الاطرف کی اولاد میں کیا ہے۔[۱۱۸] ابن الصوفی نے خود کو اثناء عشری بیان کیا ہے۔[۱۱۹] اس کے علاوہ انہوں نے مرتضیٰ علم الہدیٰ (علیہ الرحمہ) سے ۴۲۵ھ میں ملاقات کی ہے۔[۱۲۰] پس ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے ابن الصوفی کو ہم ایک معتبر نسابہ قرار دے سکتے ہیں۔ ان کی کتاب کافی اہمیت کی حامل ہے اور شیعہ محققین کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

دوم: السید ضامن ابن شدقم الاعرجی العابدی ۱۰۸۸ھ تک حیات تھے اور ان کا شمار اپنے وقت کے بہترین نسابہ میں ہوتا ہے۔[۱۲۱] ان کی مشہور کتاب کا نام تحفۃ الازہار ہے جس میں سادات کے متعلق بیش قیمت معلومات درج ہیں۔[۱۲۲] پس آج بھی ماہرین انساب اس کتاب کی اہمیت کے قائل ہیں۔ یہ کتاب مجدی کی طرح انٹرنیٹ پر تلاش کی اور پڑھی جا سکتی ہے۔

سوم: شیخ محمد ابن محمد ابن علی ابن الحسن ابن علی ابن ابراہیم بھی ضامن کی طرح عبید اللہ الاعرج ابن الحسین الاصغر ابن امام سجاد کی نسل سے ہیں۔ انہیں عبیدلی کہا جاتا ہے اور ان کا انتقال ۴۳۵ھ میں ہوا تھا۔ ان کا شمار ابن الصوفی کے شیوخ میں ہوتا ہے[۱۲۳] اور ان کی کتاب کا نام تہذیب الانساب ہے۔ ان کی کتاب میں کافی سادات کے اسمائے گرامی موجود ہیں۔

چہارم: شیخ ابی نصر سہل ابن عبداللہ ابن داؤد بخاری چوتھی صدی ہجری میں حیات تھے۔ ابن الصوفی کی سند کے مطابق انہوں نے بغداد میں ۳۴۱ھ میں روایت بیان کی۔[۱۲۴] معلوم ہونا چاہئے کہ یہ وہ ابی نصر سہل ابن عبداللہ بخاری نہیں جو ساتویں صدی ہجری میں حیات تھے کیونکہ ایسا شخص تو ابن الصوفی کی سند میں شامل نہیں ہو سکتا۔ یہ سر سلسلہ علویہ کے مصنف ابو سہل بخاری ہیں۔ پس یہ صاحب عبیدلی سے بھی پہلے کے ہیں۔ ان کی کتاب میں ہمارے آئمہ کی اولاد کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔

پنجم: شیخ جمال الدین احمد ابن علی ابن حسین ابن عنبہ کا شمار امام الحسن (ع) کی اولاد میں ہوتا ہے۔ یہ اپنے وقت کے مشہور نسابہ تھے جنکی موت ۸۲۸ھ میں واقع ہوئی۔ ان کے مذہب کو لے کر اختلاف ہے کہ آیا یہ اثناء عشری شیعہ تھے یا زیدی شیعہ۔ البتہ ان کی کتاب عمدۃ الطالب ماہرین انساب کے درمیان کافی مشہور ہے۔ پس اس کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔

ششم: شیخ ابوالفرج علی ابن الحسین الاصفہانی مروانی کا شمار مشہور زیدی مصنفین میں ہوتا ہے۔ ابوالفرج بنو امیہ کے آخری تاجدار مروان ثانی کی نسل سے تھے لیکن شیعہ ہو گئے۔ انکا تشیع کافی تعجب کا حامل ہے اور سنی علماء نے بھی اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ مروان کی نسل میں سے ایک آدمی شیعہ ہو گیا۔[۱۲۵] ان کا انتقال ۳۵۶ھ میں ہوا۔ ان کی کتابوں میں الآغانی اور مقاتل الطالبین مشہور ہیں۔ پس یہ دونوں کتابیں شیعہ بالخصوص زیدی آئمہ کی تاریخ پر کافی معلومات فراہم کر سکتی ہیں۔

ہفتم: شیخ ظہیر الدین علی ابن زید بیہقی جو کہ ابن فندمہ اور ابن فندق کے ناموں سے مشہور ہیں ۵۶۵ھ میں فوت ہوئے۔ لباب الانساب انکی ایک کتاب ہے۔ یہ ایک سنی عالم دین ہیں مگر انکی کتاب بہت مفید ہے۔

ہشتم: مصعب ابن عبداللہ الزبیری کا تعلق عبداللہ ابن زبیر کی نسل سے ہے۔ یہ ۲۳۶ھ میں فوت ہوئے اور ان کی تالیف لطیف کا نام نسب قریش ہے۔ یہ بھی سنی عالم دین ہیں لیکن رجالی علماء کے درمیان انکا مقام بہت بلند ہے۔

نہم: محمد ابن حبیب البغدادی نے ۲۴۵ھ میں انتقال کیا اور ان کا شمار اپنے دور کے بہترین ماہرین انساب میں کیا جاتا ہے۔ یہ بنی عباس کے موالی تھے۔ کتاب کا نام **المحبر** ہے جو شائع ہو چکی ہے اور انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

دہم: یہاں عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبہ دینوری (م: ۲۷۶ھ) کا نام لکھنا ضروری ہے جن کی کتاب معارف میں ہمیں نسب وغیرہ سے متعلق اقوال مل جاتے ہیں۔ یہ بھی ماضی کے ایک مشہور معتمد سنی عالم دین ہو گزرے ہیں۔

یازدہم: اس ہی طرح احمد ابن یحییٰ البلاذری (م: ۲۷۹ھ) حالانکہ ایک سنی عالم تھے لیکن تاریخ میں ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ حال تو یہ ہے کہ السید مرتضیٰ علم الہدیٰ (علیہ الرحمہ) ان کی توثیق کے قائل تھے اور ان کی کتاب سے استدلال کرتے تھے۔[۱۲۶] چنانچہ بلاذری کی کتاب انساب الاشراف کافی اہمیت کی حامل ہے اور اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

دوازدہم: عالی جناب مفسر کتاب فخر الدین محمد ابن عمر الرازی قرشی (م: ۶۰۶ھ) کا نام بچہ بچہ جانتا ہے۔ انہوں نے سادات کے انساب پر شجرہ مبارکہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب مجدی کے ہم پلہ ہے کیونکہ اس میں با آسانی کسی بھی امام کی اولاد کے اسمائے گرامی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن مصنف ایک سنی عالم دین ہے۔

سیزدہم: ایک اور نام السید عزالدین ابو طالب اسماعیل ابن الحسین العلوی المروزی کا ہے جن کا انتقال ۶۱۴ھ کے بعد ہوا۔ ان کی کتاب کا نام فخری ہے۔ یہ غالباً شہر مرو کے قاضی تھے۔ اس کتاب میں سادات کی اولاد پر کافی تفصیل موجود ہے۔ گزشتہ کتابوں کی مانند یہ کتاب بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہے اور عربی میں پڑھی جا سکتی ہے۔ پس ماشاءاللہ!

چہاردہم: چودہ معصومین کی مناسبت سے چودہ کتابوں کے نام مکمل کر دیتا ہوں۔ السید قمر عباس الہمدانی الاعرجی العابدی آج بھی حیات ہیں اور ان کا شمار پاکستان کے بہترین ماہرین انساب میں ہوتا ہے۔ البتہ جب ہم نے اپنا نسب پوچھنے کے لیے رابطہ کیا تو جواب نہیں دیا۔ خیر، قمر عباس صاحب ۱۹۸۲ء میں پیدا ہوئے اور انکا تعلق ماہرین انساب کے خاندان سے ہے۔ ان کی تصنیف مدرک الطالب کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔ یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے اور کافی دلچسپی کی حامل ہے۔

پس یہ وہ چودہ کتابیں ہیں جن سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ ان سب کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں ہیں۔ پرانے زمانے میں موجود ماہرین انساب نے کبھی اس بات میں شبہ نہیں کیا کہ رسول اللہ (ص) کی چاروں بیٹیاں آپ کے صلب سے تھیں اور ان چاروں کی والدہ کا نام خدیجہ بنت خویلدؓ تھا۔ اگر کوئی کہے کہ شاید ان میں سے کوئی حضرت خدیجہ کے پچھلے شوہروں کی اولاد ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ کسی نسابہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ (ع) کے سوتیلے بہن بھائیوں کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے پہلا نکاح ابو ہالہ النباش ابن زرارہ سے کیا جو بنو تمیم کا ایک فرد تھا اور دوسری شادی عتیق ابن عائذ [یا عابد] سے ہوئی جس کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔[۱۲۷] مزید یہ کہ ابو الفرج الاصفہانی نے بھی ابو ہالہ سے خدیجہؓ کے عقد کا تذکرہ کیا ہے۔[۱۲۸] حضرت خدیجہ کی پچھلی شادیوں کا انکار کرنے والا صرف ابو القاسم الکوفی

ہے۔متقدمین شیعہ نے کبھی پچھلی شادیوں کا انکار نہیں کیا کیونکہ پچھلے شوہروں سے جو اولاد ہوئی اس کا تذکرہ ماہرین انساب اور مؤرخین نے واضح انداز میں کیا ہے۔ہم یہاں اہل السنّت مؤرخین کی زبانی ان بچوں کے نام بیان کیے دیتے ہیں تاکہ خود آپ کی تسلی ہو جائے اور آپ جان لیں کہ آنحضرت (ص) کی صلبی اولاد کون ہے اور سوتیلی اولاد کون ہے:

اول: سب سے پہلا نام تو ھند ابن ابی ہالہؓ کا ہے جو رسول اللہ (ص) کے لے پالک اور حضرت فاطمہ (ع) کے سوتیلے بھائی تھے۔ یہ ایک کافی مشہور شخصیت ہیں اور رسول اللہ (ص) کے خصائل وصفات پر انہوں نے امام الحسن (ع) کو جو روایت بیان کی تھی وہ بھی مختلف اسناد کے ساتھ شیعہ سنی کتابوں میں موجود ہے۔روایات کے مطابق حجرہ فاطمہ (ع) میں سوائے رسول اللہ (ص)، عباسؓ، علی (ع)، الحسن (ع)، الحسین (ع) اور ہندؓ کے کوئی مرد داخل نہیں ہوا کرتا تھا۔[۱۲۹] ہند نے خود کہا کہ انکے والد رسول اللہ (ص)، والدہ خدیجہؓ، بہن فاطمہ (ع) اور بھائی القاسمؓ ہیں۔[۱۳۰] مزید یہ کہ انکا انتقال ایک روایت کے مطابق جنگ جمل میں ہوا تھا جب یہ امیر المومنین (ع) کی فوج کی طرف سے جہاد کر رہے تھے۔[۱۳۱] البتہ دوسری روایت کی رو سے انکا انتقال طاعون میں ہو گیا۔پس جب انکا جنازہ اٹھا تو عوام گویا ہوئی کہ فاطمہ بنت رسول اللہ کے برادر عزیز کا جنازہ جا رہا ہے۔تیسری روایت کی رو سے ان کے فرزند ہند تھے جنہوں نے طاعون میں انتقال کیا۔ مگر چوتھی روایت کے مطابق ہند ابن ہند نے مختارؒ کے خلاف مصعب کی طرف سے جنگ کی اور مارا گیا۔

دوم: دوسرے نمبر پر حارث ابن ابی ہالہؓ کا نام آتا ہے۔اسلامیات کا ہر طالبعلم اس نام سے واقف ہے کیونکہ حارث اسلامی تاریخ کے پہلے شہید ہیں۔[۱۳۲] اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے! یہ بھی رسول اللہ (ص) کے ربیب تھے۔

سوم: حضرت خدیجہؓ کے ایک بیٹے کا نام ہالہ تھا جس کے نام پر شوہر کی کنیت ابو ہالہ پڑی۔معلوم ہونا چاہئے کہ ہند اور ہالہ ایسے نام تھے جو عرب میں مرد بھی رکھتے تھے اور عورتیں بھی۔ چنانچہ ہالہؓ کے متعلق روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ وہ خدیجہؓ کے بیٹوں میں سے ایک تھا اور رسول اللہ (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا۔[۱۳۳] چنانچہ یہ بھی رسول اللہ (ص) کے سوتیلے لڑکوں میں شامل ہے۔

چہارم: فرزندان خدیجہ میں الطاہر ابن ابی ہالہؓ کا نام بھی شامل ہے جس کو خلیفہ اول نے ایک مرتد قبیلے سے لڑنے بھیجا تھا۔اس سے قبل رسول اللہ (ص) نے یمن میں جن لوگوں کو عامل بنا کر بھیجا تھا ان میں یہ بھی شامل تھا۔[۱۳۴] چنانچہ یہ ابو ہالہ کے بیٹوں میں سے ایک ہے اور رسول اللہ (ص) کا سوتیلا فرزند ہے۔ان حضرت کی موت کے متعلق ہمیں کچھ معلومات دستیاب نہ ہو سکیں۔

پنجم: پانچویں فرزند کا نام الزبیرؓ ہے۔یہ بھی صحابی تھا اور رسول اللہ (ص) سے ایک حدیث روایت کی ہے۔[۱۳۵] اسکے متعلق معلوم نہیں کہ یہ کب فوت ہوا۔پس یہ خدیجہؓ اور ابو ہالہ کے بیٹوں میں سے پانچواں ہے اور کسی بیٹی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

ششم: ہند بنت عتیق حضرت خدیجہؓ کی اپنے شوہر عتیق مخزومی سے واحد بیٹی ہے۔[۱۳۶] اسکی شادی صیفی ابن امیہ سے ہوئی جو عتیق کا بھتیجا تھا۔اس سے محمد ابن صیفی پیدا ہوا جو خدیجہؓ کا نواسہ قرار پایا۔[۱۳۷] یعنی کہ ہندؓ فاطمہ (ع) کی بہن ہوئی۔[۱۳۸]

ہفتم: ہندؓ کے علاوہ زینب نامی ایک بیٹی کا تذکرہ ابن ہشام نے کیا ہے۔[۱۳۹] بعض شیعہ محققین نے اس بیٹی کے نام کو پکڑ لیا اور پیچھے پڑ گئے کہ بس یہی وہ زینبؓ ہے جس کا شوہر ابو العاص تھا۔حالانکہ یہ زینب بنت ابو ہالہ ہے اور اس کا تو وجود ہی مشکوک ہے۔کیونکہ باقی

مؤرخین نے اولاد خدیجہ میں ابو ہالہ سے کسی بچی کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ پھر یہ کہ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ (ص) کے صلب سے خدیجہؓ نے زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم) کو جنم دیا۔[۱۴۰] پھر یہ کہ ابن ہشام نے عتیق سے ہونے والی اولاد میں عبداللہ نام کا ایک بیٹا بڑھا دیا ہے۔ ممکن ہے کہ عبداللہ اور زینب نے بچپن میں انتقال کیا ہو کیونکہ اگر یہ دونوں جوان ہو گئے ہوتے تو مؤرخین لکھتے کہ ان کی شادیاں کہاں ہوئیں۔ پس زیب کا وجود ہمارے قول کے خلاف نہیں جاتا۔

اس پوری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی اولاد تین شوہروں سے ہوئی۔ ان سب بچوں کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ نبی کریم (ص) کے یہاں خدیجہ بنت خویلدؓ کے بطن سے چار بیٹیوں کا پیدا ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے خالی امر ہے۔ تمام مؤرخین اور ماہرین انساب ان بچیوں کو رسول اللہ (ص) کی سگی لڑکیاں تسلیم کرتے ہیں۔ پس حضرت فاطمہ (ع) کے کم از کم آٹھ بھائی اور کم از کم چار بہنیں اس تحقیق کے نتیجے میں ثابت ہوئیں۔ یعنی سیدۃ النساء (ع) اپنے والد ماجد کی اکلوتی صاحبزادی ہرگز نہ تھیں۔

قول آخر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے رسول اللہ (ص) کی ایک سے زائد بیٹیوں کے متعلق قرآن مجید کی ایک آیت، شیعہ کتب سے پینتیس اسناد، بتیس شیعہ علماء کے اقوال اور دس عقلی دلائل پیش کر دیے۔ ان تمام دلائل کی موجودگی میں یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت فاطمہ (ع) اپنے والد ماجد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی اکلوتی صاحبزادی نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہؓ نے حضور کے لیے مزید تین بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ البتہ حضرت فاطمہ (ع) کی سگی بہنوں کا وجود خاتون جنت کی عظمت کو ہرگز کم نہیں کرتا۔ حضرت فاطمہ (ع) معصومہ ہیں، زمین پر خدا کی حجت ہیں اور عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ جس طرح اللہ رب العزت نے یوسف (ع) کو اپنے بڑے بھائیوں پر فضیلت بخشی اس ہی طرح حسنین کریمین (ع) کی ماں کو سیدۃ النساء قرار دیا۔ ہاں، حضرت فاطمہ (ع) کی تینوں سگی بہنیں عزت واحترام کی حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مقدس ہستیوں پر اپنا درود بھیجے اور ان کی قبور کو اپنے نور سے روشن کر دے! اب اگلے صفحات میں ہم ان شبہات کا جائزہ لیں گے جو چار بیٹیوں کے وجود کے منکرین کی جانب سے پیدا کیے جاتے ہیں۔ **واللہ المستعان!**

شبہات کا رد

شیخ کشیؒ لکھتے ہیں کہ محمد ابن مسعود عیاشی کو فضل نے خط لکھ کر اطلاع دی جنہیں ابن ابی عمیر نے بتایا جنہوں نے ابراہیم ابن عبدالحمید سے روایت کی جنہوں نے اسماعیل جابر سے روایت کی جنہوں نے بیان کیا کہ جب عباسی گورنر داؤد ابن علی نے معلیٰ ابن خنیسؒ کا قتل کیا تو امام جعفر الصادق (ع) اس کے پاس گئے اور کہا: ''مجھ تک تیرا ایک ایسا گناہ پہنچا ہے جس کے لیے اللہ تجھے کبھی معاف نہیں کریگا۔'' اس نے پوچھا کہ ایسا کیا گناہ کر دیا۔ جواب دیا: ''تو نے ایک جنتی شخص کو قتل کر دیا۔'' اس پر وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے بولا: ''مجھ تک بھی آپکا ایک ایسا گناہ پہنچا ہے جس کے لیے اللہ کبھی آپ کو معاف نہیں کریگا۔'' پوچھا کہ وہ کیا گناہ ہے۔ وہ کہنے لگا: ''آپ نے اپنی بیٹی کی شادی فلاں اموی سے کر دی۔'' امام گویا ہوئے: ''اگر میں نے فلاں اموی کو رشتہ دیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے عثمان کو رشتہ دیا اور میرے لیے رسول اللہ کا اسوہ (اہمیت رکھتا) ہے۔''[۱۴۱]

بس یہ اس مسئلہ پر ایک ایسی روایت ہے جو میرے ذہن سے نکل گئی حالانکہ یہ میری پسندیدہ ترین حدیث ہے۔ اس حدیث سے ہم دو پرندوں کا شکار ایک ساتھ کر سکتے ہیں۔ یہ صحیح السند روایت ثابت کرتی ہے کہ رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں جن میں سے بعض کا نکاح خلیفہ ثالث سے ہوا۔ یہ حدیث یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے اور امام جعفر الصادق (ع) کا ایک داماد بنوامیہ سے تھا۔ ماہرین انساب کے نزدیک اس کا نام عبدالعزیز ابن سفیان ابن عاجم ابن عبدالعزیز ابن مروان ابن الحکم تھا اور بیٹی کا نام فاطمہ یا ام فروۃ بیان کیا جاتا ہے۔[۱۴۲] اس ہی طرح امام کی ایک اور بیٹی کی شادی سفاح اور منصور کے بھتیجے محمد ابن ابراہیم ابن محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس سے ہوئی۔[۱۴۳] ویسے بھی اگر رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیاں مان لی جائیں تو سید غیر سید کے مابین نکاح کی حلت کا مسئلہ خود ہی حل ہو جاتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث وہ بیسویں حدیث ہے جو میں نے چار بیٹیوں کے ضمن میں نقل کی۔ اس سے قبل میں پینتیس اسناد نقل کر چکا ہوں چنانچہ اس سند کو لکھنے کے بعد ہمارے پاس چار بیٹیوں کے وجود کے حق میں تین درجن اسناد جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ اسناد ثابت کرتی ہیں کہ حضور (ص) کی بیٹیوں کی تعداد ایک نہیں تھی۔

البتہ اس سب کے باوجود بعض لوگ چار بیٹیوں کے وجود پر شبہات اٹھائیں گے اور انہیں رسول اللہ حضرت محمد ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی سگی بیٹیاں قرار نہ دیں گے۔ ہم یہاں انکے شبہات کا جواب دیتے ہیں۔ ہم نے بارہ شبہات جمع کیے ہیں جو بعض شیعہ محققین، مصنفین، مبلغین، مناظرین اور قارئین کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں۔ سنی کتابوں میں موجود روایات کو پیش کرنا فضول ہے۔ سنیوں کی احادیث ہم پر حجت نہیں۔ اگر کسی سنی کتاب میں لکھا بھی ہو کہ فاطمہ الزہراء (ع) اپنے والد کی اکلوتی صاحبزادی تھیں تب بھی ہم اس قول پر اعتماد نہیں کر سکتے کیونکہ شیعہ روایات کو ہمیشہ سنی روایات پر ترجیح دی جائے گی۔ چنانچہ ہم یہاں معقول شبہات کے جوابات دینے کی پوری کوشش کریں گے۔ اللہ ہم سب کو شبہات سے محفوظ رکھے!

پہلا شبہ

الزام: اتنے مختصر عرصے میں اتنی ساری بیٹیوں کا پیدا ہونا، شادی کر لینا اور طلاق ہو جانا ممکن نہیں۔ یہ شبہ کئی ذاکرین کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے مثلاً آصف رضا علوی نے بھی ۲۰۲۰ء میں کی گئی اپنی ایک تقریر میں دعویٰ کیا کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد چار سال تک اولاد نہیں ہوئی پھر چار سال بعد ایک بیٹا پیدا ہوا اور جب نبی پاک پینتیس برس کے ہوئے تو اپنی تینوں بیٹیوں کی شادیاں کر دیں۔[۱۴۴] مزید اس نے کہا کہ جب رسول اللہ (ص) کو نبوت ملی (بقول اہل السنّت کیونکہ علوی اپنی تقریر میں سنیوں سے مخاطب تھا) تو بیٹیوں کو مشرک شوہروں کے گھروں سے لے آئے۔ اس کا جملہ ہے: ''کس مذہب میں ہے کہ چھ سال میں تین بیٹیاں پیدا بھی ہو گئیں، جوان بھی ہو گئیں اور شادیاں بھی ہو گئیں؟'' پس غلاۃ کہتے ہیں کہ اتنے کم وقت میں اتنی ساری بیٹیوں کا نہ صرف پیدا بلکہ نکاح یافتہ ہو جانا غیر ممکنات میں سے ہے۔ بعض افراد نے کم علمی کی بناء پر سمجھ لیا کہ ان بیٹیوں کو نبوت سے قبل طلاق بھی ہو گئی تھی۔

جواب: معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ (ص) کے بیٹوں اور بیٹیوں کی پیدائش کن کن سالوں میں ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ یہ کوئی حتمی بات نہیں کہ خدیجہؓ سے نکاح کے بعد چار سال تک رسول اللہ (ص) کے یہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اول تو القاسم ابن محمدؐ کے انتقال کی تاریخ میں مؤرخین کے بیچ اختلاف موجود ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک القاسم کی وفات جاہلیت میں ہی ہو گئی تھی[۱۴۵] البتہ ابن ماجہ کی نقل کردہ روایت کے مطابق القاسم کا انتقال بعثت کے بعد ہوا۔[۱۴۶] پھر یہ کہ القاسم اور زینب میں سے بڑا کون تھا اس میں اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین متفق ہیں کہ رسول اللہ (ص) کا پہلا بیٹا القاسم تھا اور زینبؓ پہلی بیٹی تھی۔ لیکن بعض سیرت نگاروں کے مطابق زینبؓ کی ولادت القاسم سے قبل ہو چکی تھی۔[۱۴۷] یہ ابن اسحاق کا قول ہے کہ زینبؓ جب پیدا ہوئیں تو رسول اللہ (ص) تیس برس کے تھے[۱۴۸]۔ سنیوں ہی نے مزید بیان کیا ہے کہ رقیہؓ کی پیدائش حضور اکرم (ص) کی زندگی کے تینتیسویں برس یعنی زینبؓ کی ولادت کے تین سال بعد ہوئی۔[۱۴۹] تو اس لحاظ سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ نزول وحی کے وقت زینبؓ کی عمر مبارک دس جبکہ رقیہؓ کی عمر مبارک سات سال تھی۔ ام کلثومؓ کی عمر اس طرح چھ یا پانچ سال بنتی ہے۔ کیونکہ حضرت فاطمہ (ع) اور- ایک قول کے مطابق- عبداللہ ابن محمدؐ کی پیدائش بعثت کے بعد ہوئی۔

ہمیں معلوم ہو گیا کہ دس سال میں تین لڑکیوں کا پیدا ہونا کوئی ایسی انہونی بات نہیں لیکن کیا کم عمری میں بچیوں کی شادی جائز ہے؟ شریعت مصطفوی میں نکاح اطفال جائز ہے اور اسمیں کوئی مضائقہ نہیں۔ یعنی کم عمر بچی کی شادی کسی عمر رسیدہ شخص سے کی جا سکتی ہے البتہ اس بچی کے ساتھ مقاربت بلوغت کے بعد ہی کی جائے گی۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایک بچی نو یا دس سال کی عمر میں عورت بن جاتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے حضرت عائشہ سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور جب وہ نو سال کی ہوئیں تو ان کی رخصتی ہو گئی۔[۱۵۰] یہ ایک کافی مشہور واقعہ ہے۔ شیعہ روایات کی روشنی میں بھی نو یا دس سال کی بچی سے نکاح کرنا جائز ہے۔[۱۵۱] شیعہ علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ کم عمر زوجہ کے ساتھ مقاربت کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ وہ نو برس کی ہو جائے۔[۱۵۲] پس کم عمر بچیوں کی شادیاں کرنا اسلامی نقطہ نظر سے ٹھیک ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ ابولہب کے جوان بیٹوں کے ساتھ بنات رسول کا نکاح بعثت سے پہلے کم عمری میں ہوا ہو۔

یاد رکھیں کہ حضرت فاطمہ (ع) کا انتقال شیعہ روایات کے مطابق اٹھارہ برس کی عمر میں ہوا تھا چنانچہ شادی کے وقت خاتون جنت کی عمر مبارک نو برس تھی۔ ایک جوان شخص کا کم عمر بچی سے نکاح کر لینا عصر حاضر میں معیوب سمجھا جاتا ہے حالانکہ عہد قدیم میں یہ کوئی انہونی بات نہ تھی۔ ماضی کی اخلاقی اقدار کچھ اور تھیں اور وہاں اس زمانے کے حالات کے پیش نظر بالغ ہوتے ہی یا بلوغت سے قبل کسی بچی کا نکاح کر دینا قدرتی امر تھا۔ اس دور میں لوگوں کی عمریں بھی کم ہوتی تھیں۔ دیگر تہاذیب میں بھی کم عمری میں شادی کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً اہل روم، اہل ہندوستان، قوم یہود اور دیگر اصناف۔ چنانچہ شیعہ محدثین نے اپنی کتابوں میں کافی روایات جمع کی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ کم عمر بچی سے نکاح کر لینے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اس سے مقاربت تب ہی جائز ہے جب وہ نو یا دس سال کی ہو جائے۔[۱۵۳] پس نبی کریم (ص) کی باقی بیٹیوں کا بھی کم عمری میں نکاح ہو جانا ممکن ہے۔ بلکہ سنی مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ابولہب کے بیٹوں سے جن بنات رسول نے نکاح کیا تھا وہ ابھی رخصت نہ ہوئیں تھی اور مقاربت سے قبل ہی انہیں طلاق ہوگئی تھی۔[۱۵۴] پس ان بچیوں کا دس سال کے اندر اندر پیدا ہونا، شادی کرنا اور طلاق یافتہ ہو جانا شرعی اور تاریخی اعتبار سے ممکن ہے۔ یاد رہے کہ ابولہب کے بیٹوں نے ان بنات رسول کو وحی نازل ہونے کے بعد طلاق دی تھی تا کہ رسول اللہ (ص) کو اذیت پہنچائی جائے اور آپ کے اسلامی مشن کو کمزور کیا جائے۔

سنی مؤرخین کے مطابق رقیہؓ نے جنگ بدر کے دوران مدینہ منورہ میں انتقال کیا جبکہ زینبؓ ہجرت کے آٹھویں سال فوت ہوئیں۔ ام کلثومؓ کی وفات اگلے سال ہوئی۔ پس زینبؓ نے تیس سال کی عمر پائی، ام کلثومؓ کی عمر تیس سے کچھ کم ہوئی اور رقیہؓ کا انتقال ان سے بھی کم عمر میں ہوا۔ البتہ ان تینوں بچیوں نے دنیا میں دو دہائیاں گزاریں۔ حضرت فاطمہ (ع) کا انتقال بیسویں سالگرہ سے قبل ہو گیا۔ رقیہؓ نے اپنے میاں عثمان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جہاں انہوں نے ایک فرزند عبداللہ کو جنم دیا جو بلوغت سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔[۱۵۵] پس یہ ان بیٹیوں کے کچھ تاریخی حالات ہیں جن کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کی شادیاں کم عمری ہی میں ہو گئیں تھی۔ اتنے مختصر عرصے میں تینوں بیٹیوں کا پیدا ہونا، شادی کرنا اور طلاق یافتہ ہو جانا تاریخی اعتبار سے ایک معقول بات ہے۔

دوسرا شبہ

الزام: اگر رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیاں تھیں تو آپ کو باقیوں سے اتنی محبت کیوں نہ تھی؟ بعض ذاکرین سوال کرتے ہیں کہ نبی کریم (ص) عادل تھے اور عدل کا تقاضہ ہے اولاد سے یکساں محبت کرنا۔ پس انہیں شکایت ہے کہ اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار صاحبزادیاں تھیں تو باقی بچیوں کے ساتھ آپ کے اکرام و محبت کی داستانیں ہمیں کیوں نہیں ملتیں؟

جواب: معلوم ہونا چاہئے کہ پنجتن پاک کا مقام و مرتبہ صرف اس بناء پر نہیں تھا کہ وہ حضور اکرم (ص) کے رشتہ دار تھے بلکہ اللہ (عز وجل) نے ان بزرگ ہستیوں کے تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت میں لگن اور اطاعت الٰہی میں مصروفیت کے سبب انہیں تمام مخلوقات سے بہتر قرار دیا۔ یاد رکھیں کہ امیر المومنین (ع) کے بھی سگے بھائی موجود تھے لیکن ان سے رسول اللہ (ص) کو اتنی الفت نہ تھی جتنی محبت زوج بتول سے تھی۔ پس رسول اللہ (ص) فاطمہ (ع) کو بھی ان کے تقویٰ و عبادت کے سبب بہت محبوب رکھتے تھے۔

یہ نکتہ فراموش نہ کیا جائے کہ اگر چہ شریعت مصطفوی میں اولاد کے درمیان عدل کرنے کی تاکید ضرور کی گئی ہے لیکن اگر کسی بچے کو اسکے خصائل کی بناء پر باقی بچوں پر ترجیح دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مختلف روایات میں رسول اللہ (ص) نے اس امر کی تاکید فرمائی ہے کہ اپنے بچوں کے درمیان عدل کرو، ان کے ساتھ یکساں سلوک کرو اور اگر ایک کو تحفہ دو تو پھر سب کو تحفہ دو۔[۱۵۶] مگر دوسری طرف ایسی بھی روایات ہیں جن کے مطابق ایک شخص اپنے بچوں کے درمیان امتیاز کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر امام علی ابن موسیٰ الرضا (ع) سے جب پوچھا گیا کہ آیا ایک شخص اپنے بچوں میں سے کسی ایک کو باقیوں سے زیادہ محبوب اور ان پر مقدم رکھ سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ ایسا کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے امام جعفر الصادق (ع) کے اپنے بیٹے محمد اور امام موسیٰ الکاظم (ع) کے اپنے بیٹے احمد کے ساتھ امتیازی سلوک کا تذکرہ کیا۔[۱۵۷] اس ہی طرح ایک حدیث کے مطابق امام موسیٰ الکاظم (ع) سے پوچھا گیا کہ آیا ایک شخص کے مختلف عورتوں سے دو بچے ہوں تو کیا وہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے؟ امام نے کہا: ''ہاں، اس میں کوئی برائی نہیں۔ یقیناً میرے والد (علیہ السلام) مجھے عبداللہ پر فوقیت دیتے تھے۔''[۱۵۸] عبداللہ الافطح امام جعفر الصادق (ع) کا بڑا بیٹا تھا اور ایک اور حدیث کے مطابق امام جعفر الصادق (ع) نے اس پر تنقید کرتے ہوئے اسے بتایا: ''وہ (یعنی موسیٰ الکاظم) میرے نفس سے ہے اور تم میرے بیٹے ہو۔''[۱۵۹] ایک اور حدیث کی رو سے اگر کوئی انسان خوشحال ہو تو پھر وہ کسی بچے کو خصوصی طور پر ہدیہ عطا کر سکتا ہے لیکن بدحالی کے دنوں میں ایسا کرنا منع ہے۔[۱۶۰] اس ہی طرح اگر امام موسیٰ الکاظم (ع) سے منسوب وصیت نامہ پڑھ لیا جائے تو اس میں امام علی رضا (ع) کی فضیلت اور اپنے بھائیوں پر سرداری کی نص موجود ہے۔[۱۶۱] پس ہم جان گئے کہ آئمہ بھی اپنی صلبی اولاد میں سے حجت خدا کو باقیوں پر فوقیت دیتے تھے۔

چنانچہ کافی شیعہ علماء کے نزدیک عطیات میں ایک بچے کو دوسروں پر ترجیح دینا اگر چہ مکروہ ہے لیکن حرام نہیں۔[۱۶۲] بالخصوص اگر وہ بچہ زمین پر اللہ کی حجت ہو تو پھر اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔ پس ہم نے دیکھا کہ آدم (ع) نے اپنے لخت جگر ہابیل کو قابیل پر ترجیح دی۔ اسحاق (ع) کو اپنے بیٹوں میں عیسو زیادہ پیارا تھا۔ یوسف (ع) اپنے والد گرامی کے پسندیدہ بیٹے تھے اور اس بات کو لے کر برادران یوسف حسد کرتے تھے جس کا تذکرہ سورۃ الیوسف میں موجود ہے۔ پس امام محمد الباقر (ع) فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! میں اپنے کسی بیٹے کے ساتھ (امتیازی) سلوک کرتا ہوں، اسے اپنی گود میں بٹھاتا ہوں، اس کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ زیادہ شکر گزاری کرتا ہوں۔ حالانکہ (اس سلوک کا) حق میرے کسی اور بیٹے کا ہوتا ہے۔ لیکن اسے اس سے اور دوسرے سے محفوظ رکھنے کے لیے (اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرتا ہوں) تاکہ کہیں وہ اس کے ساتھ وہ نہ کریں جو یوسف کے ساتھ ان کے بھائیوں نے کیا تھا۔''[۱۶۳] پس معلوم ہوا کہ بعض اوقات حجت خداوندی کو اسکے اپنے بہن بھائیوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی دوسرے کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے تاکہ برادران یوسف کی طرح مستقبل کے امام کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔

ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ (ص) نے حسنین کریمین (سلام اللہ علیہما) کے ساتھ جو سلوک کیا وہ سلوک ان کی سگی بہنوں زینبؓ ورقیہؓ کے ساتھ روا نہ رکھا۔ احادیث میں شاید ہی کہیں ہمیں ذکر ملے کہ علی (ع) اور فاطمہ (ع) کی بیٹیوں کو رسول اللہ (ص) نے اس طرح پیار کیا ہو جس طرح الحسن (ع) اور الحسین (ع) کو پیار کرتے تھے۔ تو کیا اب آپ زینب ورقیہ (سلام اللہ علیہما) کے وجود کا انکار کر دیں گے؟

اس ہی طرح امیر المومنین (ع) اپنے بیٹوں الحسن (ع) اور الحسین (ع) کو باقیوں پر ترجیح دیتے تھے۔ روایت میں ہے کہ محمد ابن حنفیہ اپنے والد سے گویا ہوئے کہ بھلا مجھے کیوں جنگ میں آگے آگے رکھا جاتا ہے لیکن حسنین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جواباً امیر المومنین (ع) نے یہ ہی فرمایا: ''تم میرے بیٹے ہو اور یہ دونوں فرزندان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہیں۔ کیا میں انہیں قتل سے محفوظ نہ رکھوں؟''[۱۶۴]
پس ہمیں معلوم ہوا کہ امام اپنے اس بیٹے کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے جو روئے زمین پر حجت خدا ہو۔ تو رسول اللہ (ص) کو سیدۃ النساء سے محبت زیادہ تھی ہی اس سبب کہ فاطمہ (ع) معصومہ اور روئے زمین پر اللہ کی حجت ہیں۔

تیسرا شبہ

الزام: بعض افراد نے اعتراض کیا کہ کیا ''بنت'' کا مطلب ہمیشہ سگی بیٹی ہی ہوتا ہے؟ کیا لے پالک بچی کو بنت نہیں پکارا جا سکتا؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام روایات جن میں آئمہ (ع) نے رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کا تذکرہ کیا ہے وہاں مراد گود لی گئی بیٹیاں ہی ہوں نہ کہ سگی بچیاں؟ پھر یہ کہ قرآن کریم کی جس آیت میں رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں کے وجود کی طرف اشارہ ہے ممکن ہے وہاں اس سے مراد امت کی عورتیں ہوں جس طرح لوط (ع) نے اپنی امت کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا تھا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہی ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید کے مطابق کسی لے پالک کو اپنی بیٹی قرار دینا درست نہیں۔ چنانچہ معصومین کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ رسول اللہ (ص) کی گود لی ہوئی بچیوں کو بیٹیاں قرار دیتے۔ اس ہی طرح ہمارے پاس ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خدیجہؓ نے رسول اللہ (ص) کے یہاں چار لڑکیوں کو جنم دیا۔ تو ایسا کوئی شبہ نہیں رہتا کہ شاید یہ بچیاں سگی نہ ہوں۔ بلا وجہ کسی روایت کی تاویل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنے قیاس سے ''بنت'' کی تفسیر لے پالک بیٹی کرنا ایک شاذ قول ہے۔ علمائے شیعہ نے اس قول کی نفی اور تصریح کی ہے کہ حضرت فاطمہ (ع) کی تین سگی بہنیں بھی تھیں۔ کسی امام نے دعویٰ نہیں کیا کہ بنات رسول میں سے تین لے پالک تھیں۔ چنانچہ یہاں بنت کا مطلب صلبی صاحبزادیاں ہونا چاہئے۔

رہی بات حضرت لوط (ع) کی تو وہ ذاکرین قرآن کریم کی ان آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں: ''...اس نے کہا: اے قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کی بابت شرمندہ مت کرو...''[۱۶۵] اور ''اس نے کہا: یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم (نکاح) کرنے والے ہو۔''[۱۶۶] معلوم ہونا چاہئے کہ ایک قول کے مطابق یہاں لوط (ع) اپنی قوم کی دیگر عورتوں اور ہم جنس پرستوں کی بیویوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ لیکن قوی قول یہ ہی ہے کہ یہاں لوط (ع) نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا تا کہ اپنی قوم کو حلال کی طرف راغب کریں۔ تو امام جعفر الصادق (ع) نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''انہوں نے انہیں تزویج کی خاطر پیش کیا تھا۔''[۱۶۷] بعض علماء سے منقول ہے کہ یہ حضرت لوط (ع) کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ قوم کی تمام عورتوں کی طرف اشارہ تھا لیکن یہ وضاحت بھی کی ہے کہ چونکہ شریعت ابراہیمی میں مومن عورت کا نکاح کافر مرد سے جائز تھا چنانچہ حضرت لوط (ع) نے اپنی بیٹیوں کا تذکرہ کیا۔ یہ بالکل اس طرح ہے جیسے رسول اللہ (ص) نے اپنی بیٹی کا نکاح ابوالعاصؓ سے کر دیا جو اس وقت تو

کافر تھا اور پھر جب آیت نازل ہوئی تو آپ نے زینبؑ اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی کروادی۔[۱۶۸] یہ ہی مطلب عہد حاضر میں ایک جلیل القدر عالم دین سید طباطبائیؒ نے بیان کیا ہے۔[۱۶۹] شیخ مفیدؒ بھی لکھتے ہیں کہ جس طرح لوط (ع) نے اپنی کافر قوم کو اپنی صاحبزادیوں سے نکاح کرنے کی دعوت دی اس ہی طرح رسول اللہ (ص) نے قبل از نبوت بت پرستوں کو دامادی میں لیا کیونکہ اس وقت یہ عمل شریعت میں حرام نہ تھا۔[۱۷۰] ایک اور روایت کے مطابق بنات لوط (ع) کو مثال بنا کر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ امیر المومنین (ع) کی بیٹی کا نکاح خلیفہ ثانی سے کیوں ہوا تھا۔[۱۷۱] پس شیعہ علماء کے نزدیک یہ لوط (ع) کی سگی بیٹیاں ہی تھیں جن سے نکاح کی دعوت کفار کو دی گئی تھی تا کہ وہ بدفعلی سے باز رہیں۔ پس قرآن مجید میں بھی جہاں رسول اللہ (ص) کا تذکرہ ہے وہاں بنات سے مراد صلبی لڑکیاں ہی ہیں۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنات سے مراد امت مرحومہ کی تمام مسلمان عورتوں کو لیا ہے۔

چوتھا شبہ

الزام: یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ شاید یہ لڑکیاں ہالہ بنت خویلدؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں تھی جو کہ خدیجہؑ کی ہمشیرہ ہیں۔

جواب: اس کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں کہ اول تو ہالہؓ نے کسی بیٹی کو جنم نہیں دیا، دوم یہ کہ ہالہؓ کی بیٹیوں کی پرورش ہالہ کا شوہر کرتا اور سوم یہ کہ احادیث میں تصریح موجود ہے کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں خدیجہؑ سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ زینب، رقیہ اور ام کلثوم (سلام اللہ علیہم) کو ہالہ کی صاحبزادیاں بتانا ابوالقاسم الکوفی کی بدعت ہے۔ پس اس خودساختہ کہانی پر اعتماد کرنا ہرگز درست نہیں۔

پانچواں شبہ

الزام: بعض حضرات نے دعویٰ کیا کہ یہ تینوں لڑکیاں دراصل خدیجہؑ کے پچھلے شوہروں کی اولاد تھیں۔ غلاۃ اس بات کے منکر ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ حضرت خدیجہؑ نے رسول اللہ (ص) سے قبل کوئی نکاح نہیں کیا۔ لیکن بعض شیعہ اس بات پر مصر ہیں کہ ان تین لڑکیوں کو خدیجہ بنت خویلدؓ کی سگی لیکن رسول اللہ (ص) کی سوتیلی اولاد ثابت کیا جائے۔

جواب: ہم اوپر اس کا جواب دے چکے ہیں۔ ام المومنین خدیجہؑ نے پچھلے شوہروں ابو ہالہ تمیمی اور عتیق مخزومی سے جن بچوں کو جنم دیا ان سب کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں۔ زینب، رقیہ اور ام کلثوم (رضوان اللہ علیہم) کے اسماء اس فہرست میں شامل نہیں۔ وہ تینوں بلاشبہ نبی کریم (ص) کی سگی بیٹی تھیں۔ مؤرخین اور ماہرین انساب متفق ہیں کہ یہ تینوں لڑکیاں رسول اللہ (ص) کے گھر بطن خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا، اول تو لے پالک لڑکی کو بیٹی کہنا جائز نہیں، اسے ربیبة کہا جائے گا، اور دوم یہ کہ آئمہ معصومین (ع) نے کافی مقامات پر تصریح فرمائی ہے کہ یہ تینوں بچیاں خدیجہؑ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئیں۔ بس ان تمام روایات، اقوال علماء، کتب تاریخ وانساب اور دیگر قرائن کی موجودگی میں رسول اللہ (ص) کے یہاں چار سگی بچیوں کا پیدا ہونا ثابت ہے۔ اس امر میں شک کرنا احادیث معصومین کا انکار کرنا ہے۔ چنانچہ کسی بھی قسم کی حیل وحجت یہاں بیکار قرار پائی۔

چھٹا شبہ

الزام: کیا رسول اللہ (ص) کی باقی تین بیٹیوں کے وجود سے حضرت فاطمہ (ع) کی فضیلت پر کوئی فرق پڑتا ہے؟

جواب: نہیں، اپنے باپ کی اکلوتی اولاد ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ امیر المومنین (ع) کے سگے بہن بھائی تھے۔ حضرت امام الحسن اور حضرت امام الحسین (علیہما السلام) کی دو سگی بہنیں اور کافی سارے سوتیلے بھائی تھے۔ امام علی الرضا (ع) کے انتیس بہن بھائی تھے اور دیگر آئمہ بھی سگے سوتیلے بہن بھائی رکھتے تھے۔ بھلا بہن بھائیوں کا ہونا کسی کی فضیلت پر اثر انداز کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس طرح تو کل کوئی شخص برادران یوسف کو لے پالک قرار دے دیگا یا حسنین کریمین (سلام اللہ علیہما) کی سگی بہنوں کے وجود کا انکار کر دے گا۔ فاطمہ کی فضیلت کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ آپ زمین پر اللہ کی حجت اور عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ **صلى الله على بنات النبي!**

ساتواں شبہ

الزام: اگر مان لیا جائے کہ رسول اللہ (ص) کی مزید تین بیٹیاں بھی تھیں تو ان کا اتنا ذکر کیوں نہیں ملتا؟

جواب: معلوم ہونا چاہئے کہ آئمہ اہل البیت (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی کافی اولاد کا مفصل تذکرہ ہمارے پاس نہیں۔ کسی کی اولاد کی تفصیل موجود نہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اولاد سرے سے وجود ہی نہیں رکھتی تھی۔ حالانکہ رسول اللہ (ص) کی باقی تین صلبی بیٹیوں کا تذکرہ شیعہ کتابوں میں موجود ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ شیعہ عوام کو مجالس میں ذاکرین کے خودساختہ وشرکیہ قصے سننے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ پس بھلا وہ شخص جس نے الکافی کو زندگی میں کبھی کھول کر بھی نہ پڑھا ہو اسے رسول اللہ (ص) کی باقی صاحبزادیوں کا قصہ کیسے معلوم ہوگا؟ آپ اپنی کتابوں کا مطالعہ تو کریں۔ پھر آپ کو رسول اللہ (ص) کی باقی بیٹیوں کے مفصل حالات مل جائیں گے۔

آٹھواں شبہ

الزام: یہ بیٹیاں واقعہ کساء، واقعہ مباہلہ اور واقعہ فدک کے وقت کہاں تھیں؟

جواب: تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ۸ھ میں زینب بنت محمدؐ اور ۹ھ میں ام کلثوم بنت محمدؐ کا انتقال ہوگیا تھا۔ جبکہ واقعہ مباہلہ بعض لوگوں کے مطابق ۹ھ جبکہ دیگر مؤرخین کے نزدیک ۱۰ھ میں پیش آیا جب نجران کے عیسائیوں نے پنجتن پاک کے روبرو اپنی شکست قبول کی۔[۱۷۲]
اگر رسول اللہ (ص) کی باقی بیٹیاں اس وقت زندہ بھی ہوتیں تب بھی انہیں چادر کے اندر نہیں بلایا جاتا کیونکہ وہ معصوم نہیں تھیں۔ اسکی مثال کچھ یوں ہے کہ امیر المومنین (ع) کے برادر عزیز عقیلؓ اس وقت حیات تھے لیکن حدیث کساء کا حصہ نہیں بنے۔ سیدۃ النساء (ع) کی پیاری بیٹیاں زینب ورقیہ (علیہا السلام) تحت الکساء موجود نہ تھیں۔ پس معلوم ہوا کہ چادر کے نیچے وہ حضرات جمع ہوئے جو معصوم ہیں، زمین پر خدا کی حجت ہیں اور تمام مسلمانوں کے اعمال کی قبولیت کا ذریعہ خاص الخاص ہیں۔

پس واقعہ مباہلہ وکساء میں باقی بیٹیوں کی غیر شمولیت ان کی نسبت کو باطل نہیں کرتی۔ رہی بات فدک کی تو یہ جاگیر نبی کریم (ص) نے اپنی بیٹی کو عطا فرمائی تھی اور جب سیدۃ النساء (ع) نے خلیفہ اول کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کیا اس وقت ان کی کوئی بھی سگی بہن زندہ نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خطبہ فدک میں ہمیں زینب، رقیہ اور ام کلثوم (علیہم السلام) کا تذکرہ نہیں ملتا۔ حضرت فاطمہ (ع) کو اس سبب مباہلہ میں شریک نہیں کیا گیا کہ آپ رسول اللہ (ص) کی دختر نیک اختر ہیں بلکہ معصومہ ہونے کے باعث یہ سعادت آپ کو نصیب ہوئی۔ پس یہ بات عوام کو سمجھ لینی چاہئے۔ اہل البیت محض قرابتداری کے سبب معزز نہیں ہوئے۔

نواں شبہ

الزام: کیا حضرت عثمان کی دامادی سے امیر المومنین (ع) کی فضیلت پر فرق نہیں پڑتا؟

جواب: نہیں، یہ ایک غلط فہمی ہے جو شیعوں میں پائی جاتی ہے۔ عوام اس گمان میں مبتلا ہے کہ امیر المومنین (ع)، سیدۃ النساء (ع) اوران کے بیٹے حسنین کریمین (علیہما السلام) صرف رسول اللہ (ص) کے رشتہ دار ہونے کے باعث درجہ ولایت پر فائز ہوئے۔ جبکہ آئمہ (ع) کی تعلیمات کے مطابق پنجتن پاک کو یہ رتبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے عوض ملا۔ روایات کے مطابق امیر المومنین (ع) میدان علم میں رسول اللہ (ص) کے شریک ہیں۔[۱۷۳] امام محمد ابن علی الباقر (ع) نے فرمایا: ''بیشک اللہ (عزوجل) نے علی (علیہ السلام) کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان بطور علامت مقرر کیا ہے۔ پس جس نے آپ کو پہچانا وہ مومن ہے، جس نے آپ کا انکار کیا وہ کافر ہے، جو آپ سے لاعلم رہا وہ گمراہ ہے اور جو آپ کے ساتھ کسی (اور) چیز کو (علامت) مقرر کرے وہ مشرک ہے۔ (پس) جو آپ کی ولایت کے ساتھ آیا جنت میں داخل ہوگیا اور جو آپ کی عداوت کے ساتھ آیا وہ جہنم میں داخل ہوگیا۔''[۱۷۴] پس یہ اللہ کے نزدیک امیر المومنین (ع) کی قدر ومنزلت ہے۔ جو مقام علی (ع) کو ملا وہ رسول اللہ (ص) کے دیگر دامادوں کو نہیں ملا۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کسی پیغمبر کا چچا، بھائی، بیٹا، داماد یا صحابی ہونا کافی نہیں۔ آدمی پر تادم مرگ اللہ (عزوجل) کی اطاعت واجب ہے۔ امیر المومنین (ع) کی ولایت قرآن مجید میں نازل ہوئی اور رسول اللہ (ص) نے ولایت علی پر نص بیان کی۔ پس علی (ع) ہی وہ امام ہیں جن کی ولایت ہر مسلمان پر لازم ہے اور جس کے اقرار کے بغیر بندوں کے اعمال قبول نہیں ہوتے۔[۱۷۵] چنانچہ ہم شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ اول، خلیفہ ثانی اور خلیفہ ثالث پر امیر المومنین (ع) کی اطاعت لازم تھی۔ علی (ع) رسول اللہ (ص) کے خلیفہ وجانشین ہیں چنانچہ آپ ہی کی بیعت تمام مسلمانوں کو کرنی چاہئے تھی۔ اعلان غدیر کے بعد کوئی شبہ نہ رہا کہ صحابہ میں سب سے افضل علی (ع) ہیں۔ پس خلیفہ ثالث کا ذوالنورین (دو بنات رسول کا شوہر) ہونا فضیلت کی دلیل نہیں۔ افضل کون ہے اس کا فیصلہ اس بات سے نہیں ہوگا کہ کس نے نبی کریم (ص) کی کتنی صاحبزادیوں سے شادی کی۔ کسی کی فضیلت کا فیصلہ تو فقط اللہ کرتا ہے۔

امیر المومنین (ع) علم، تقویٰ اور عبادت کے میدان میں سب سے آگے نکل گئے۔ چنانچہ امام علی ابن الحسین (ع) فرمانے لگے: ''اللہ کی قسم! علی اللہ کے صالح بندے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے بھائی تھے۔ انہیں جو بھی کرامت ملی وہ اللہ اور اسکے رسول کی

اطاعت کے سبب ملی۔ اور رسول اللہ کو جو بھی کرامت ملی وہ اطاعت الٰہی کے سبب ملی۔"[۱۷۶] اس ہی طرح آنحضرت (ص) کا یہ قول کافی مشہور ہے: "بیشک فاطمہ نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی تو اللہ نے آپ کی ذریت کو آگ پر حرام کردیا۔"[۱۷۷] امام (ع) نے فرمایا کہ اس حدیث میں ذریت فاطمہ سے مراد الحسن، الحسین، زینب اور ام کلثوم (رقیہ) ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین! اس ہی طرح مختلف روایات کی رو سے آئمہ (ع) نے وضاحت کی: "اگر ہم اس کی اطاعت کریں گے تو وہ ہم پر رحم کرے گا (اور) اگر ہم نے اس کی معصیت کی تو وہ ہمیں عذاب دے گا۔"[۱۷۸] پس آئمہ کو دامادی یا خونی رشتہ داری کے سبب مقام ولایت نصیب نہیں ہوا بلکہ ان شخصیات نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے میدان میں دوسروں کو چت کیا۔ اس سبب یہ اللہ کے محبوب ومکرم بندے قرار پائے۔

آخر میں امام علی ابن موسیٰ الرضا (ع) سے منسوب ایک روایت پیش خدمت ہے۔ ایک شخص نے امام سے کہا: "اللہ کی قسم! روئے زمین پر آپ سے زیادہ معزز کسی کے اجداد نہیں۔" امام گویا ہوئے: "تقویٰ ان کی شرافت اور اطاعت الٰہی ان کا اعزاز تھی۔" دوسرا کہنے لگا: "اللہ کی قسم! آپ خیر الناس ہیں۔" فرمایا: "قسم مت کھاؤ، اے تم! مجھ سے بہتر وہ ہے جو مجھ سے زیادہ اللہ سے خائف ہو اور اس کی اطاعت بجالائے۔ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی: تمہیں شعوب وقبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (وگرنہ) تم میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہو۔"[۱۷۹] پس امام نے وضاحت کردی کہ قرابتداری کی بناء پر آپ کو ولایت کا منصب نہیں ملا بلکہ ایک امام تو تمام لوگوں سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور اطاعت گزار ہوتا ہے۔

دسواں شبہ

الزام: کیا سورۃ الکوثر اس بات کا ثبوت نہیں کہ سیدۃ النساء (ع) اپنے والد کی اکلوتی بیٹی ہیں؟

جواب: افسوس کہ شیعہ عوام کے درمیان قرآن مجید کی بعض آیات کی تفاسیر کو لے کر چند غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ سورۃ الکوثر کے متعلق نجانے کیوں مشہور ہوگیا ہے کہ یہاں الکوثر سے مراد حضرت فاطمہ (ع) اور آپ کی نسل سے پیدا ہونے والے سادات ہیں۔[۱۸۰] شیعہ تفاسیر میں ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جس کے مطابق سورۃ الکوثر حضرت فاطمہ (ع) کے متعلق نازل ہوئی۔ قدیم شیعہ مفسرین نے ابوبکر ابن عیاش نامی ایک سنی راوی حدیث[۱۸۱] کی زبانی نقل کیا ہے کہ کوثر سے مراد کثرت نسل ہے جو اولاد فاطمہ کی صورت میں ظاہر ہوئی یہاں تک کہ اولاد رسول کو شمار کرنا مشکل ہوگیا۔[۱۸۲] البتہ ایسا کوئی قول معصومین (ع) کی زبانی ثابت نہیں۔ سورۃ الکوثر کی تفسیر میں جو اخبار ہمیں اہل البیت سے ملی ہیں وہ کتب میں موجود ہیں۔[۱۸۳] ان کے مطابق کوثر جنت کی ایک نہر ہے جو رسول اللہ (ص) کو اپنے ایک بیٹے کی موت کے عوض ملی کیونکہ کفار نے مذاق اڑایا اور رسول اللہ (ص) کو ابتر قرار دیا۔[۱۸۴] پس یہ نہر پنجتن پاک کی خاطر جنت میں موجود ہے اور اس سے جڑے حوض کوثر سے یہ مقدس ہستیاں اپنے شیعوں اور محبوں کو سیراب کریں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ (عزوجل)۔ بس ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس سورۃ کا سیدۃ النساء (ع) یا سادات کرام سے کوئی تعلق نہیں۔ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا نہ صرف حرام بلکہ کفر ہے۔[۱۸۵] پس تفسیر بالرائے سے اجتناب کریں اور معصومین (ص) کی بیان کردہ تاویل پر ایمان لے آئیں۔

عوام اس بات پر مصر ہے کہ اگر رسول اللہ (ص) کی پہلے سے کچھ بیٹیاں موجود ہوتیں تو کفار آپ کو ابتر ہونے کا طعنہ نہیں دیتے۔ حالانکہ ابتر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی جڑ کٹ چکی ہو اور اس کی نسل آگے نہ بڑھے۔ عربوں کے یہاں نسل پسر سے چلتی ہے، بیٹیوں سے نہیں۔ عربوں نے رسول اللہ (ص) کو یہ طعنہ بیٹے کے انتقال پر دیا تھا تو بھلا سیدۃ النساء (ع) کا پیدا ہونا عربوں کے طعنوں کا جواب کیسے ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل کر کے رسول اللہ (ص) کی تشفی کی کہ ہم نے تمہارے لیے جنت میں ایک نہر جاری کی ہے جبکہ تمہارا دشمن بے دین ہی رہے گا۔ حقیقی معنوں میں ابتر وہی ہے جس کا خاتمہ اسلام پر نہ ہوا اور وہ مرنے کے بعد جہنم کے عذاب کا حقدار بنے۔ ابتر وہ نہیں جس نے کلمہ طیبہ پر جاں جان آفریں کے سپرد کی اور بعد میں دخول بہشت کا حقدار قرار پایا۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ یہاں الکوثر سے مراد خاتون جنت (ع) ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (ص) کی نسل مبارک حسنین کریمین (علیہما السلام) سے چلائی۔ پس اس سورہ مبارکہ سے باقی بیٹیوں کے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔ اللہ نے ان میں سے دو کو اولاد کی نعمت سے نوازا لیکن سب کے بیٹے بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ البتہ سیدۃ النساء (ع) کے دونوں فرزند حیات رہے، شادی شدہ ہوئے اور ان کے گھر اولاد ہوئی۔ چنانچہ الحسن (ع) کی نسل ان کے بیٹوں زید اور الحسن مثنیٰ سے چلی جبکہ الحسین (ع) کی نسل امام سجاد (ع) سے چلی۔ اللہ تعالیٰ سادات کی نسل میں مزید برکت دے اور انکی اولاد میں اضافہ کرے!

گیارہواں شبہ

الزام: رسول اللہ (ص) کی باقی بیٹیوں کا نکاح کفار و منافقین سے کیوں ہوا؟

جواب: ہم اس الزام کا جواب اوپر دے چکے ہیں۔ مختصر بات یہ ہے کہ کفار سے نکاح ہجرت کے بعد حرام ہوا چنانچہ ہجرت سے قبل کافی مسلمان عورتیں کفار کے نکاح میں تھیں۔ منافقین سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں اگر وہ اسلام کا اظہار کرتا ہو یا اگر اسکی منافقت بعد میں آشکار ہو۔ لیکن افسوس کہ اکثر شیعہ متقدمین کی آراء سے ناواقفیت کی بناء پر یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) کے لیے اپنی کسی بیٹی کا نکاح کسی غیر معصوم سے کر دینا حرام تھا۔ حالانکہ دیگر معصومین (ع) نے بنی امیہ و بنی عباس میں بھی رشتے کیے جس کا تذکرہ ہماری کئی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ میں اس مسئلے پر کچھ تفصیلی گفتگو اس مقام پر کروں گا۔

ہم نے اوپر اس موضوع پر شیخ مفیدؒ کا تفصیلی کلام مختصراً پیش کیا ہے اور مزید علماء کے اقوال بھی دیے جنہوں نے لکھا کہ قبل از اسلام ایک مومن عورت کا کافر مرد سے نکاح کرنا حرام نہ تھا۔ اس نکاح کی حرمت ہجرت مدینہ کے بعد اتری۔ پس مکہ میں اگر میاں بیوی میں سے ایک اسلام لے آتا تو وہ دوسرے کو طلاق نہیں دیتا۔ اگر بیوی ایمان لے آتی تو رسول اللہ (ص) اسے شوہر سے علیحدہ نہ کرتے تھے۔ حضرت لوط (ع) کا قصہ بھی اس کی ایک دلیل ہے۔ چنانچہ شیعہ علماء نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ رسول اللہ (ص) نے بعثت سے قبل مشرکین اور بد پرستوں میں رشتے بھیجے۔ اب چاہے یہ بیٹیاں سگی ہوں یا لے پالک لڑکیاں، شادیاں تو پیغمبر اسلام نے ہی کرائیں تھی۔ فرزندان ابولہب اور ابوالعاص کا بنات پیغمبر اسلام سے نکاح کرنا ایک نا قابل تردید حقیقت ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ابوالعاصؓ اور زینبؓ کی شادی نزول وحی (اور بعض روایات کے مطابق ہجرت مدینہ) سے قبل ہوئی۔ لیکن زینبؓ کے مسلمان ہونے پر ابوالعاصؓ نے دین اسلام قبول نہیں کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد ابوالعاصؓ نے جنگ بدر میں شرکت کی اور مومنین کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ جب اس کی گرفتاری کی خبر مکہ پہنچی تو زینبؓ نے اپنا وہ ہار جو ام المومنین خدیجہؑ کی یادگار تھا فدیہ میں بھیجا۔ اس کو دیکھ کر رسول اللہ (ص) آبدیدہ ہو گئے اور ابوالعاصؓ سے کہا کہ رہائی حاصل کرنے کے بعد زینبؓ کو مدینہ بھیج دو۔ چنانچہ ابوالعاصؓ نے مکہ پہنچ کر یہ ہی کیا اور چھ برس بعد بالآخر وہ بھی مسلمان ہو کر حضور اکرم (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے اپنے سابقہ داماد کو اپنی بیٹی کے ساتھ پچھلے نکاح کی طرف پلٹا دیا اور نکاح کی تجدید نہیں کی۔[۱۸۶] یہ واقعہ شیعہ علماء نے بھی نقل کیا ہے اور کافی مشہور ہے۔[۱۸۷] پس یہ پوری داستاں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ رسول اللہ (ص) نے ظہور اسلام سے قبل کفار کو دامادی میں لیا کیونکہ ایسا کرنا حرام نہیں تھا۔ یہ بالکل اس طرح ہے جیسے آج اگر کوئی شخص بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے تو اس صورت میں وہ ایک فعل حرام کا ارتکاب کریگا لیکن رسول اللہ (ص) بیت اللہ کے قبلہ بننے سے قبل یروشلم کی ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کفار سے نکاح کی حرمت کا حکم ۳ھ میں[۱۸۸] اور بعض اخبار کی رو سے صلح حدیبیہ کے بعد[۱۸۹] جاری کیا۔ مگر جب یہ حکم نازل نہیں ہوا تھا تو رسول اللہ (ص) کا اپنی بیٹیوں کی شادیاں صنم پرستوں سے کرنا غلط نہ تھا۔

جہاں تک منافقین سے نکاح کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ نکاح کی بنیاد اسلام ہے، ایمان نہیں۔ بیشک مومنہ کا کفو مومن ہے لیکن دو کلمہ گو مسلمانوں کے درمیان نکاح میں کوئی اشکال نہیں۔ مستضعفین اور اہل شکاک سے نکاح کرنا بالکل درست ہے اور اس موضوع پر آئمہ (علیہم السلام) کے فرامین ہمارے پاس موجود ہیں۔[۱۹۰] علامہ الحر العاملیؒ نے وسائل میں ایک پورا باب باندھا ہے جس کا نام ہے ''اسلام کا اظہار کرنے والے مستضعین اور اہل شکاک سے نکاح کا جواز اور ان سے مومنہ کی شادی کی کراہت''۔[۱۹۱] اس باب میں موجود بعض روایات اوپر نقل کی جا چکی ہیں جن کے مطابق منافق کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینا جائز ہے۔ بلکہ تقیہ اور اضطرار کے عالم میں ناصبی اور دشمن اہل البیت کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔[۱۹۲] چنانچہ سیرت آئمہ اطہار میں ایسی کئی امثال موجود ہیں کہ ایک منافق کو دامادی میں لیا گیا۔ اکثر شیعوں کو تو علم ہی نہیں کہ اخباری علماء ان روایات کو درست تسلیم کرتے تھے جن کے مطابق رسول اللہ (ص)، امیر المومنین (ع)، امام الحسین (ع) اور دیگر آئمہ نے امویوں، زبیریوں اور عباسیوں کو بیٹیوں کا رشتہ دیا۔[۱۹۳] چنانچہ عثمان ابن عفان، ابوالعاص ابن الربیع، عمر ابن خطاب، مصعب ابن زبیر اور دیگر افراد معصومین (ع) کے داماد بنے۔ پس ایک ایسے منافق کو رشتہ دینا جائز ہے جو ظاہری طور پر مسلمان ہو۔ یاد رکھیں کہ کفو سے شادی کرنا مستحب ہے، کوئی واجب عمل نہیں۔

مگر یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ (ص) کو علم ہی نہیں ہو کہ آپ کا داماد بباطن منافق ہے۔ شیخ مفیدؒ کی آراء آپ نے اوپر ملاحظہ کیں جنھوں نے بیان کیا کہ علمائے شیعہ کے ایک گروہ کے مطابق رسول اللہ (ص) کو تمام منافقین کے نام معلوم نہیں تھے چنانچہ ممکن ہے کہ آپ نے کسی شخص کو مومن سمجھ کر دامادی میں لیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص حیات پیغمبر میں تو مومن ہو لیکن وفات پیغمبر کے بعد گمراہ ہو جائے۔ پس ہمارے آئمہ (ع) کے بعض اصحاب کے ساتھ ایسا ہی ہوا کہ ایک امام کے انتقال کے بعد وہ غالی ہو جایا کرتے تھے، مال خمس چھین لیتے

تھے اور اگلے امام کی تکذیب کرتے تھے۔[۱۹۴] پس ایک قول یہ بھی ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ (ص) کی زندگی میں تو اچھے بھلے مومن تھے مگر بعد میں دنیاداری میں مبتلا ہوگئے اور ریاست کی محبت نے انہیں آخرت سے غافل کر دیا۔ پس رسول اللہ (ص) کا اپنی زندگی میں ان افراد کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کی دائمی عدالت کا ثبوت نہیں۔ اگر ایک نبی، رسول یا امام کسی شخص کا داماد بنے یا کسی شخص کو اپنی دامادی میں قبول کرے تو یہ عمل بھی اس شخص کی دائمی عدالت کا ثبوت نہیں۔ پس کسی منافق سے نکاح کرنا شیعہ مؤقف کو کمزور نہیں کرتا۔ چاہے حضور (ص) کو علم بھی ہو کہ یہ شخص مستقبل میں منافق ہو جائے گا، آپ کے لیے ٹھیک نہ تھا کہ کسی شخص کو ایک ایسے جرم کی بناء پر اپنی صحبت سے محروم رکھتے جو جرم اس نے ابھی تک انجام ہی نہیں دیا۔ شیخ مفیدؒ نے کافی خوبصورت بات کہی کہ جس طرح نبی کریم (ص) کو چار سے زیادہ شادیوں کی خصوصی اجازت تھی ممکن ہے کہ آپ کو منافقین کو دامادی میں لینے کی بھی اجازت اللہ رب العزت نے مرحمت فرمائی ہو۔ پس رسول اللہ کا یہ عمل شیعہ مؤقف کے عین مطابق ہے اور کسی منافق کو بیٹی دینا شرعاً مباح ہے۔

البتہ ہمارا سوال یہ تھا: کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ (ص) کو معلوم ہی نہیں ہو کہ فلاں شخص منافق ہے؟ ہندوستان و پاکستان کی شیعہ عوام اس گمان میں مبتلا ہے کہ آئمہ (ع) علم الغیب رکھتے تھے حالانکہ یہ دعویٰ محض غلاۃ نے کیا تھا۔ اس ہی طرح اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے آئمہ (ع) آسمان و زمین کی ایک ایک چیز سے واقف تھے اور کوئی بھی امر ان پر پوشیدہ نہ تھا۔ حالانکہ یہ بھی غلو ہی کی ایک قسم ہے۔ پس ہمیں معلوم ہوا کہ عوام کے درمیان علم آئمہ کو لے کر مختلف نظریات پائے جاتے ہیں: ایک گروہ تکوینی ولایت کا قائل ہے اور آئمہ کو دنیا و ما فیہا کی ہر چیز سے آگاہ سمجھتا ہے جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اگر ایک امام اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے تو اس پر امور غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں۔[۱۹۵] اگر شیعہ احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو دوسرا قول ہی حقیقت سے قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ علم الغیب کے مسئلے پر تو ایک الگ ہی کتابچہ تحریر کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہاں ہم اختصار کے ساتھ بات کرینگے۔

قرآن مجید فرقان مجید کی کئی آیات میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ (ص) علم الغیب نہیں جانتے تھے۔[۱۹۶] اس ہی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آنحضرت اہل مدینہ اور بدوؤں کے درمیان بعض منافقین کو نہیں پہچانتے تھے۔[۱۹۷] ایک آیت میں تو واضح ارشاد ہے کہ حضور اکرم (ص) کو علم الغیب سے وہ باتیں بتائی گئیں جن سے وہ پہلے ناواقف تھے۔[۱۹۸] پس قرآن مجید کے مطابق رسول اللہ (ص) کے پاس غیب کا علم نہ تھا مگر اللہ اپنی حجتوں پر اس علم کے ابواب ضرور کھول دیتا ہے۔ لیکن علم الغیب صرف اللہ (عزوجل) کے پاس ہے۔ چنانچہ مفیدؒ نے لکھا کہ آئمہ کو عالم الغیب سمجھنا غلط ہے[۱۹۹] اور شیخ الطائفہؒ سے مروی ہے کہ کسی امام کے لیے ان علوم سے واقف ہونا واجب نہیں جنکا امور شریعت سے کوئی تعلق نہ ہو۔[۲۰۰] پس ہمیں معلوم ہوا کہ کسی امام کے متعلق یہ سمجھنا جائز نہیں کہ وہ دنیا کے ذرے ذرے سے واقف ہے کیونکہ یہ غلاۃ کا قول تھا۔ خود آئمہ (ع) سے مروی روایات میں بھی اس بات کی نفی موجود ہے اور معصومین (سلام اللہ علیہم اجمعین) نے کافی واضح انداز میں بتا دیا ہے کہ بعض امور سے وہ خود بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام جعفر الصادق (ع) نے ان لوگوں کی تکذیب کی جن کا قول تھا کہ آئمہ بارش کے قطروں، ستاروں کی تعداد، درختوں کے پتوں، سمندر میں موجود چیزوں کے وزن اور ریت کے ذرات سے بخوبی واقف ہیں۔[۲۰۱] اس ہی طرح امام موسیٰ الکاظم (ع) نے یحییٰ ابن عبداللہ ابن الحسن کے روبرو اپنے عالم الغیب ہونے کی نفی فرمائی۔[۲۰۲]

ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ آئمہ اہل البیت دنیا کی ہر اک چیز سے واقف نہ تھے۔

ہم نے واضح کر دیا کہ بت پرستوں سے نکاح اوائل اسلام میں جائز تھا اور منافقین سے شادی کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کا انکار ان تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور شبہات کی بناء پر نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی تعلیمات کی روشنی میں آپ کی سیرت کا مطالعہ کریں، اپنے خود ساختہ عقائد و مسلکی تعصّبات کی بناء پر کسی بات کا انکار نہیں کیا کریں۔ اب یہاں ایک آخری اعتراض کا جواب آپ کو دیا جائے گا۔

بارہواں شبہ

الزام: بعض روایات میں امیر المومنین (ع) کا تذکرہ بطور واحد داماد رسول کیا گیا ہے۔ پس اگر حضرت عثمان کو بھی شرف دامادی ملا ہوتا تو ان روایات میں ان کا بھی ذکر کیا جاتا۔

جواب: معلوم ہونا چاہیئے کہ امیر المومنین (ع) کا نکاح سیدۃ النساء (ع) سے ہوا جو خواتین جناں کی سردار، اپنے والد رسول اللہ کی محبوب ترین صاحبزادی اور حسنین کریمین (سلام اللہ علیہما) کی والدہ ماجدہ ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دامادی علی کا تذکرہ زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ ثالث کی وہ دونوں بیویاں حیات رسول میں ہی جنت مکیں ہوگئیں تھی اور ان سے نسل بھی نہیں چلی پس دامادی عثمان کا تذکرہ اتنا زیادہ نہیں ملتا۔ لیکن ہم نے واضح کر دیا ہے کہ کسی تاریخی شخصیت یا تاریخی واقعہ کا تذکرہ کم ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ شخصیت وجود نہیں رکھتی تھی یا وہ واقعہ پیش ہی نہ آیا تھا۔ رسول اللہ (ص) کے تینوں بیٹوں کا تذکرہ اتنا نہیں ملتا جتنا ذکر الحسن (ع) اور الحسین (ع) کا ہوتا ہے مگر کوئی اس سبب ان تین بیٹوں کے وجود کا انکار نہیں کریگا۔ پس اگر خلیفہ ثالث کی دامادی کا ذکر جا بجا نہیں ملتا تو پھر یہ تو امیر المومنین (ع) کی ان پر ایک قسم کی فضیلت ہوگئی۔ الحمدللہ!

البتہ جن روایات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ امیر المومنین (ع) رسول اللہ (ص) کے اکیلے داماد تھے ان کی تاویل کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر شیعہ کتب میں یہ روایت موجود ہے: ''اے علی! تمہیں تین ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو تم سے قبل کسی کو نصیب نہ ہوئیں... تمہیں مجھ جیسا سسر ملا، تمہیں تمہاری بیوی جیسی (بیوی) ملی اور تمہیں تمہارے بیٹوں الحسن والحسین جیسے (فرزند) ملے۔'' [۲۰۳] مانا کہ یہ روایت صدوقؒ نے تین مختلف اسناد کے ساتھ نقل کی ہے جو معتبر ہے۔ البتہ اس روایت کی تاویل کچھ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ تینوں خصوصیات ایک ساتھ کسی کے حصے میں نہیں آئیں۔ کیونکہ اگر اس کی تاویل یہ کی گئی کہ امیر المومنین (ع) کے علاوہ سرے سے کوئی دوسرا شخص داماد رسول بنا ہی نہیں تو پھر یہ روایت باقی روایات کے مقابلے پر شاذ ٹھہرے گی۔ کیونکہ ہم نے چھتیس اسناد کے ساتھ ثابت کیا کہ رسول اللہ (ص) کی مزید تین بیٹیاں اور دو داماد بھی موجود تھے۔ چنانچہ اس تواتر معنوی کو اخبار احاد باطل نہیں کر سکتیں۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اکثر روایات جن میں امیر المومنین (ع) کو اکلوتا داماد رسول قرار دیا گیا ہے سنی کتابوں سے مستعار ہیں۔ تو عبید اللہ امرتسری بسملؔ کی کتاب ارجح المطالب سے اس مسئلہ پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

لطف یہ ہے کہ امرتسری صاحب کا تعلق سنی مکتب فکر سے تھا لیکن بعد میں انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی (ملعون) کی بیعت کر لی اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔[۲۰۴] پھر کنز العمال سے چند ایسی روایات دکھائی جاتی ہیں جن سے ابوتراب (ع) کے واحد داماد پیغمبر ہونے کا تاثر ملتا ہے۔ ہم ان روایات کی تفصیل میں نہیں جائیں گے کیونکہ اول تو ان میں سے کچھ مرسل ہیں، دوم یہ کہ ان کا تذکرہ ان کتب میں آتا ہے جو احادیث کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں یعنی ان میں ہر قسم کی روایات جمع ہیں، اور سوم یہ کہ ایسی اکثر اخبار سنی علماء نے بیان کی ہیں۔ صحیح السند شیعہ روایات کا اتفاق اس ہی امر پہ ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے تین داماد تھے۔ ان حضرات نے نبی کریم (ص) کی سگی بیٹیوں سے نکاح کیا تھا۔ اگر اس کے خلاف کچھ ملتا ہے تو وہ یا تو ضعیف ہے، یا تاویل کا محتاج ہے یا پھر دیگر روایات کے مقابلے پر قول شاذ ہے۔

قول آخر

شیخ صدوقؒ نے ایک حدیث کے ضمن میں لکھا: ''وہ (عرب) اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور اس سبب قبر کا نام سسرال پڑ گیا۔''[۲۰۵] پس رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے عربوں کو بیٹیوں کی قدر کرنا سکھایا۔ خود آپ کے یہاں چار بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کی آپ کی تکریم و تعظیم کی۔ یہ چیز تمام مسلمانوں کے لیے باعث فخر ہونی چاہئے چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی۔

پس میں یہاں اس باب کو بھی تمام کرتا ہوں۔ میں نے یہاں بارہ ایسے شبہات کا جواب دیا جو عوام اٹھاتی ہے۔ بعض شبہات کمزور جبکہ دیگر شبہات معقول ہیں۔ البتہ ان تمام شبہات کا جواب ایک شخص اس وقت بڑی آسانی سے دے سکتا ہے جب وہ شیعہ کتب حدیث اور متقدمین شیعہ کے کلام سے واقف ہو۔ ایک عام آدمی جس نے حدیث میں کوئی کتاب اٹھا کر نہیں دیکھی ہوتی اور فقط سنی سنائی باتوں پر اپنا عقیدہ قائم رکھتا ہے اس کے لیے صحیح اور غلط میں تمیز مشکل ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کو ریسرچ بہت دھیان سے کرنی چاہئے۔

تتمہ

یہاں ہم اپنی بحث تمام کرتے ہیں اور پوری گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ہم نے اس تحریر میں یہ ثابت کیا کہ شیعہ احادیث کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیاں تھیں جن کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔ یہ چاروں لڑکیاں حضرت خدیجہؓ نے پیدا کیں اور ان سب نے اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت کی۔ہجرت کرنے کے بعد تین کا تو رسول اللہ (ص) کی حیات طیبہ میں ہی انتقال ہو گیا جبکہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا) کی وفات پچھتر روز بعد ہوئی۔[۲۰۶] پہلی بیٹی کا عقد ہالہؓ کے فرزند ابو العاصؓ سے ہوا جن سے زوجہ امیر المومنین امامہؓ پیدا ہوئیں۔ دوسری اور تیسری بیٹیوں کی شادیاں یکے بعد دیگرے عثمان خلیفہ ثالث سے ہوئیں۔ چوتھی کا نکاح علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) سے ہوا جن سے رسول اللہ (ص) کی نسل مبارک آگے چلی۔تو یہ ہیں حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار سگی صاحبزادیاں جن کا اکثر شیعہ انکار کرتے ہیں۔

بعض شیعہ مناظرین و مبلغین نے اہل السنّت کو شکست دینے کے لیے ان بیٹیوں کی نسبت کا انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ حضرت فاطمہ (ع) اپنے والد ماجد کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ یہ بدعت چوتھی صدی ہجری میں ابو القاسم علی ابن احمد الکوفی نے شروع کی تھی۔پس اس شخص کی الٹی سیدھی باتوں کو غلاۃ و مفوضہ نے اختیار کر لیا حالانکہ ابو القاسم الکوفی تاریخ کے میدان میں بالکل کورا ہے۔اس نے اپنی کتاب الاستغاثہ میں ہالہؓ کے شوہر کا نام غلط لکھا اور دعویٰ کیا کہ وہ اپنی بہن خدیجہؓ سے قبل انتقال کر گئیں تھی۔تمام قدیم مسلمان (شیعہ اور سنی) مؤرخین، محدثین اور ماہرین انساب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ (ص) کے یہاں خدیجہ بنت خویلدؓ کے بطن سے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں تھی۔اس تاریخی حقیقت کا انکار کرنا صحیح السند شیعہ روایات کو رد کر دینے کے مترادف ہے۔ہم نے اپنی اس تحریر میں مختلف شیعہ علماء کے اقوال پیش کر دیے جو چار ہی بیٹیوں کے وجود کے قائل رہے ہیں۔تو یہ سارے اقوال ہمارے مؤقف کے حق میں دلیل ہیں۔

ہم نے بیس احادیث کی صورت میں چھتیس اسناد یہاں پیش کر دیں جن میں رسول اللہ (ص) کی چار بیٹیوں کے وجود کا ذکر ہے۔ یہ اسناد اس بات کی دلیل ہیں کہ چار بیٹیوں کا وجود ہم اہل تشیع کے یہاں متواتر ہے۔مزید یہ کہ ہم نے بتیس شیعہ علماء کے اقوال پیش کر دیے جو چار بیٹیوں کا اقرار کرتے ہیں۔ متقدمین کے نزدیک تو چار بیٹیوں پر اجماع تھا۔شیخ مفیدؒ، السید مرتضیٰؒ اور شیخ الطائفہ الطّوسیؒ نے وضاحت کی ہے کہ چار بیٹیوں کا انکار کرنا ایک شاذ قول ہے یعنی ایک ایسا قول جو صحیح اور متواتر روایات کے خلاف ہو۔قدیم شیعہ علماء نے اہل السنّت کے الزامات کا جواب دیتے وقت کبھی حضرت عثمان ابن عفان کی دامادی کا انکار نہیں کیا۔ان سب نے اس بات کو تسلیم کیا کہ خلیفہ ثالث کی شادی رسول اللہ (ص) کی دو سگی بیٹیوں سے ہوئی تھی مگر انہوں نے یہ دلیل دی کہ معصوم کا داماد ہونا کسی آدمی کے حسن حال یا دائمی عدالت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ یہ دامادی حضرت عثمان کی خلافت کا بھی ثبوت نہیں بن سکتی۔ پس ہم خلیفہ ثالث کی دونوں مقدس بیویوں (رقیہؓ و ام کلثومؓ) کی نسبت کا انکار کیے بغیر بھی اہل السنّت کے اعتراضات کا شافی جواب دے سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں رسول اللہ (ص) کی ایک سے زیادہ بیٹیوں کا ذکر موجود ہے۔ احادیث اہل البیت میں ہمیں رسول اللہ (ص) کی بنات کی کثرت، چاروں سگی بیٹیوں کے اسماء، دامادی عثمان، امامہ بنت ابی العاص نواسی رسول، وفات رقیہؓ وام کلثومؓ، ان بیٹیوں کے فضائل اوران سے جڑے دیگر کئی تاریخی واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔ پھر علماء شیعہ نے اپنی کتابوں میں چار بیٹیوں کا ذکر چھیڑا۔ عقلی دلائل کے مطابق بھی چار بیٹیوں کا عقیدہ ثابت ہے۔ کیونکہ زینبؓ کی شادی ابوالعاصؓ سے ہوئی تھی جو ہالہ بنت خویلدؓ کے بیٹے تھے۔ پس اگر زینب کو بھی ہالہ کی بیٹی قرار دے دیا جائے تو کیا رسول اللہ (ص) نے سوتیلے بہن بھائیوں کی شادی کرادی؟ العیاذ باللہ! اگر باقی تین بیٹیاں سگی نہیں تھیں تو پھر ان کے باپوں کے نام ماہرین انساب یا مؤرخین نے نقل کیوں نہیں کیے؟ ایک مؤرخ یا نسابہ آپ کو بتائے گا کہ ہالہؓ کے یہاں تو کوئی بیٹی پیدا ہی نہیں ہوئی اور اگر ہوئی بھی ہوتی تو اس کی پرورش ہالہ کا میاں کرتا، محمد (ص) وخدیجہ نہ کرتے۔ پھر یہ کہ ہمارے پاس رسول اللہ (ص) کے لے پالک بچوں کے نام موجود ہیں اوران میں ان تین بیٹیوں کے اسماء شامل نہیں کیونکہ تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ تینوں بھی حضرت محمد مصطفیٰ (ص) کی سگی بچیاں تھیں۔ تو ہم جان گئے کہ وحدت بنت رسول کا نظریہ باطل ہے۔

اس مسئلے کی اہمیت یہ ہے کہ شیعہ عوام آئمہ معصومین (ع) کی تعلیمات سے کوسوں دور ہے۔ لوگ اپنی عقل کو احادیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ کسی آدمی کو سمجھاؤ کہ معصومین (ع) سے مروی روایات میں تو یوں ہے تو وہ حقارت کے ساتھ احادیث کو رد کر دیتا ہے اور اپنی بدعت پر مصر رہتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال نماز میں شہادت ثالثہ کی ہے؛ جب لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی نماز میں یہ شہادت پڑھنے کا وجوب ثابت نہیں تو وہ نہیں مانتے اور اپنے باطل قیاس سے شہادت ثالثہ کو فرض قرار دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اس ہی طرح سیدزادی اور غیر سید سے نکاح کے معاملے پر انہیں دکھایا جاتا ہے کہ احادیث آئمہ واقوال فقہاء کی روشنی میں یہ نکاح بالکل درست ہے تو وہ نہیں مانتے اور الٹے سیدھے اعتراضات پیش کر کے حلال محمد کو حرام قرار دیتے ہیں۔ تو چار بیٹیوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اگر آپ خود کو علی (ع) کا شیعہ کہتے ہیں تو آپ پر آل محمد (ع) سے مروی تعلیمات کا تسلیم کرنا واجب ہے۔ اب جب آئمہ نے کہہ دیا کہ حضور اکرم (ص) کی چار بیٹیاں تھیں تو بھلا آپ اس بات کی ضرورت کیوں محسوس کرتے ہیں کہ اس حقیقت کا انکار کریں اوران تمام احادیث کی باطل تاویلات کریں؟ مناظروں کی دنیا سے باہر نکلیں۔ ایک لمحے کے لیے اہل السنّت اوران کی کتابوں کو بھول جائیں۔ اپنے دین پر توجہ دیں اور دیکھیں کہ بحیثیت شیعہ ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہئے۔ شیعہ روایات کا مطالعہ کریں اور پھر جو عقیدہ ان میں لکھا ہوا اس پر قائم رہیں۔ یہ ایک سچے شیعہ کا شیوہ ہونا چاہئے۔ پس یہی چیز چار بیٹیوں کا مسئلہ چھیڑنے کی علت ہے۔

افسوس اس بات پر ہے کہ واضح احادیث کی موجودگی میں بھی بعض شیعہ ذاکرین چار بیٹیوں کے وجود کا انکار احمقانہ دلائل کی بناء پر کرتے ہیں۔ کوئی پوچھتا ہے کہ اتنے کم وقت میں اتنی ساری بیٹیاں پیدا ہو کر شادی شدہ کیسے ہوگئیں تو کسی کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ بیٹیاں مباہلہ میں شریک کیوں نہیں ہوئیں۔ کسی نے دعویٰ کیا کہ لفظ ''فاطمہ'' کے عدد نو بنتے ہیں اور چونکہ نو ایک ناقابل تقسیم نمبر ہے چنانچہ سیدۃ النساء کی کوئی بہن نہیں ہوسکتی۔ [۲۰۷] علامہ ضمیر اختر نقوی سے منسوب ایک قصے کے مطابق انہوں نے کہا کہ چونکہ سورۃ الکوثر میں ہے ''فصل لربک وانحر'' تو یہاں ''وانحر'' سے مراد انگریزی والا ''one her'' ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت فاطمہ (ع) اپنے والد کی واحد صاحبزادی

ہیں۔[۲۰۸] اب جب شیعہ ذاکرین اور اہل منبر کے عقل و شعور کا یہ عالم ہو تو بھلا عوام سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے! میں نے اس کتابچے میں بعض شبہات کا جواب دیا ہے تا کہ اہل علم اپنی تسلی کر لیں اور ان کے اذہان میں چار بیٹیوں کے وجود کو لے کر کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ لیکن یہ بات کافی عبرت انگیز ہے کہ فاطمہ (ع) کے خانہ مبارک پر ہونے والے حملے، کسر ضلع (پسلیوں کا ٹوٹنا)، سقط حمل (محسن کی شہادت)، قنفذ کے وار، خلیفہ ثانی کی شدت، فدک کی جاگیر کا چھننا اور دیگر واقعات کو تو لوگ تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ ان تمام واقعات کا تذکرہ ضعیف روایات میں موجود ہے لیکن جب بات ہوتی ہے چار بیٹیوں کے وجود کی تو خود کو اخباری کہنے والے حضرات بھی رجال کی کتابیں کھول لیتے ہیں اور رواۃ پر جرح کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ کو مانو علی (ع) کے نام لیواؤں! اہل البیت (سلام اللہ علیہم اجمعین) سے مروی روایات جو الکافی، فقیہ، عیون اور دیگر کتب مقدسہ میں موجود ہیں ان کو اسطرح مت جھٹلاؤ۔ اگر ایک واقعہ معتبر روایات اور تواتر معنوی کے ساتھ نقل ہوا ہے تو اس کو تسلیم کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اہل البیت کے درست کلام کو جھٹلانا شروع کر دو۔

یاد رکھو کہ امام ابی الحسن (ع) نے فرمایا کہ اہل البیت سے منسوب کسی حدیث کو باطل مت قرار دو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ معصومین نے کس وجہ سے اور کس معنی میں وہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اس ہی طرح امام محمد الباقر (ع) یا امام جعفر الصادق (ع) نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی کسی ایسی حدیث کا انکار نہ کرے جو تم تک پہنچی ہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید وہ حق ہو پس (اس صورت میں) تم اللہ کو اس کے عرش کے اوپر جھٹلاؤ گے۔''[۲۰۹] فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کا انکار کرے جب وہ (حق) اس کے پاس آئے؟ کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں؟''[۲۱۰] معلوم ہونا چاہئے کہ میں اخباری نہیں ہوں اور کتب اربعہ میں لکھی ہر روایت کی تصحیح کا قائل نہیں۔ میں آیت اللہ سیستانی کا مقلد ہوں۔ البتہ اہل البیت کی روایات کا آنکھیں بند کر کے انکار کرنا اصولیوں کو بھی پسند نہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیوں کا تذکرہ ایک دو نہیں بلکہ تین درجن اسناد سے ثابت ہے۔ اس معنوی تواتر کو ہم قیاس کی بناء پر رد نہیں کر سکتے۔ پس چار بیٹیوں کے وجود کا اگر انکار کیا جائے تو پھر تو دین اسلام کی ہر چیز کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ انکار حدیث کا فتنہ ایسے ہی شروع ہوا تھا۔ پس اللہ کا خوف کرو اور رسول اللہ (ص) کی پاک بیٹیوں کے وجود کو مت جھٹلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علی (ع) کا سچا شیعہ قرار دے، اہل البیت (ع) کی تعلیمات کو سمجھنے کی سعادت عطا کرے اور بروز حشر ہمیں محمد و آل محمد (سلام اللہ علیہم اجمعین) کی شفاعت کا حقدار بنائے۔ **و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و ماعلینا الا البلاغ المبین!** پس امید ہے کہ یہ رسالہ آپ کو پسند آیا ہوگا۔ اگر آپکے ذہن میں مزید کوئی سوال ہو تو ٹوئیٹر پر مجھ سے رابطہ کر لیں۔

میں نے یہاں زیادہ تر حوالہ جات عربی کتب سے دیے ہیں جو lib.eshia.ir، shiaonlinelibrary.com اور ان ہی جیسی دیگر ویب سائٹس پر دستیاب ہیں۔ انگریزی حوالہ جات کے لیے آپ thaqalayn.net کا رخ کر سکتے ہیں جہاں الکافی سمیت کافی کتابیں عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں موجود ہیں۔ ان موضوعات پر مزید تحقیق کسی کو کرنی ہو تو میں یہاں چند ایسی ویب سائٹس کے نام لکھ دیتا ہوں جہاں شیعہ محققین و مصلحین مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں:

اول: مختلف مضامین آپ کو zurarah.com پر مل جائیں گے۔

دوم: عمیق تحقیق درکار ہوتو سید علی عمران نقوی کی ویب سائٹ iqraonline.net کا رخ کریں۔

سوم: اصلاحی مضامین پڑھنے اور صحیح شیعہ تعلیمات سے بہرہ مندی کے لیے revivingalislam.com بہترین ہے جس کو نادر زاویری چلایا کرتے تھے۔

چہارم: تفصیلی مضامین shiiticstudies.wordpress.com پر موجود ہیں جس کو عمار مسلم الدودوحی چلاتے ہیں اور اس کے علاوہ shiismandislamichistory.wordpress.com بھی ایک انتہائی معلوماتی ویب سائٹ ہے۔

پنجم: آپ کو thaqalayn.blog کے مضامین آرکائیو پر مل جائیں گے اور فیس بک وغیرہ پر آپ سید علی اصدق نقوی کی تحاریر ومضامین کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر کبھی موقعہ ملے تو اختلافی مسائل پر shiachat کے تھریڈز پڑھیں۔ میں نے ۲۰۲۳ء میں درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں تھریڈز اس فارم پر دیکھے ہیں۔

مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ مجھے رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چار بیٹیوں کے متعلق شیعہ نظریہ علی اصدق اور نادر زاویری کی تحاریر کے بل پر ہی معلوم ہوا تھا۔ کچھ عرصہ قبل ٹوئیٹر پر alimamiyyah@ نے ایک بہترین تھریڈ لکھا تھا جو میری معلومات کا باعث بنا۔ اس کے علاوہ عالی جناب الحسن اللہ یاری صاحب نے یوٹیوب پر اس موضوع کو زیر بحث بنایا۔ پس بنات اربعہ اور سیدزادی کے نکاح کو لے کر میں اللہ یاری کی گفتگو سے کافی مستفیض ہوا حالانکہ وہ ایک شدت پسند اخباری ہے اور علمائے قم ونجف پر تبراء کرتا ہے۔ یہاں میں یہ تتمہ تمام اور یہ رسالہ خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ والسلام!

رسالہ جنوری ۲۰۲۴ء میں تمام ہوا
ٹوئیٹر کے ماڈیسٹ مسلم نے لکھا
میں ہوں اصولی اثناءعشری شیعہ

حوالہ جات

[۱] موسوعہ تاریخ اسلامی [یوسفی غروی]، جلد نمبر۳، صفحات نمبر۳۴۲ تا ۳۴۳

[۲] القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر۵۹

[۳] الکافی [کلینی]، جلد نمبر۶، کتاب عقیقہ، باب نمبر۳ [فضل البنات]، حدیث نمبر۲

[۴] القرآن، سورۃ الاحزاب، آیات نمبر۴ تا ۵

[۵] الکافی [کلینی]، جلد نمبر۸، حدیث نمبر۱۴۳

[۶] مرآۃ العقول [مجلسی]، جلد نمبر۱۹، صفحہ نمبر۱۳۵

[۷] مرآۃ العقول [مجلسی]، جلد نمبر۲۶، صفحہ نمبر۵

[۸] الکافی [کلینی]، جلد نمبر۵، کتاب معیشت، باب نمبر۵۴ [آداب التجارۃ]، حدیث نمبر۵

[۹] معجم رجال حدیث [الخوئی]، جلد نمبر۶، صفحات نمبر۲۶۱ تا ۲۶۳، فرد نمبر۳۴۱۴

[۱۰] توحید [صدوق]، باب نمبر۳۸ [ذکر عظمت اللہ]، صفحات نمبر۲۷۵ تا ۲۷۷، حدیث نمبر۱

[۱۱] فقیہ [صدوق]، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۳۹۳، حدیث نمبر۴۳۸۲

[۱۲] الکافی [کلینی] جلد نمبر۵، کتاب النکاح، باب نمبر۴۵ [السنہ فی المھور]، حدیث نمبر۵

[۱۳] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر۲۱۰۵؛ سنن النسائی، حدیث نمبر۳۳۴۷

[۱۴] معانی الاخبار [صدوق]، صفحہ نمبر۲۱۴، باب معنی الاوقیہ والنش، حدیث نمبر۱

[۱۵] وسائل شیعہ [الحر العاملی]، جلد نمبر۲۰، صفحہ نمبر۵۶۲، حدیث نمبر۲۶۳۵۲؛ کتاب السرائر [ابن ادریس]، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۵۶۵

[۱۶] نوادر [احمد ابن محمد ابن عیسیٰ]، صفحہ نمبر۱۲۹، حدیث نمبر۳۳۱

[۱۷] وسائل شیعہ [الحر العاملی]، جلد نمبر۲۰، صفحہ نمبر۵۶۰، حدیث نمبر۲۶۳۴۷؛ رجال [الکشی]، صفحہ نمبر۳۵۴، حدیث نمبر۲۲۳

[۱۸] معجم الاحادیث معتبرہ [محسنی]، جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۱۷۴، حدیث نمبر۲۲۸؛ رجال [الکشی]، صفحہ نمبر۲۸۱، حدیث نمبر۱۱۱

[۱۹] نہج البلاغہ [الرضی]، جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۶۸، خطبہ نمبر۱۶۴

[۲۰] مسند نہج البلاغہ [حسین جلالی]، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۴۳۷؛ تاریخ [طبری]، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۳۷۶

[۲۱] الجمل [مفید]، صفحہ نمبر۱۰۰

[۲۲] قرب الاسناد [حمیری]، صفحہ نمبر۹، حدیث نمبر۲۹

[۲۳] خصال [صدوق]، صفحہ نمبر۴۰۴، باب کان لرسول اللہ سبعہ اولاد، حدیث نمبر۱۱۵

[۲۴] خصال [صدوق]، صفحات نمبر۴۰۴ تا ۴۰۵، باب کان لرسول اللہ سبعہ اولاد، حدیث نمبر۱۱۶

[۲۵] الامالی [طوسی]، صفحہ نمبر۴۳، حدیث نمبر۱۶/۴۷

[۲۶] الکافی [کلینی]، جلد نمبر۳، کتاب الجنائز، باب نمبر۸۸ [مسئلہ فی قبر]، حدیث نمبر۱۸

[۲۷] کتاب الزہد [حسین ابن سعید]، باب نمبر۱۶، صفحہ نمبر۱۳۷، حدیث نمبر۴/۲۳۴

[۲۸] معجم رجال حدیث [خوئی]، جلد نمبر۱۲، صفحہ نمبر۱۳۹، فرد نمبر۷۶۳۴

[۲۹] معجم الاحادیث معتبرہ [محسنی]، جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۱۶۲، حدیث نمبر۲۰۱

[۳۰] تہذیب الاحکام [طوسی]، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۱۲۰، حدیث نمبر۳۸/۲۶۶

[۳۱] **المقنعۃ** [مفید]، صفحہ نمبر۳۳۲

[۳۲] مفاتیح الجنان [عباس قمی]، صفحہ نمبر۲۸۵

[۳۳] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۳،کتاب الجنائز،باب نمبر۹۵[النوادر]،حدیث نمبر۸

[۳۴] تہذیب الاحکام[طوسی]،جلدنمبر۳،صفحہ نمبر۳۳۳،حدیث نمبر۶۹/۱۰۴۳

[۳۵] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۳،کتاب الجنائز،باب نمبر۸۸[مسئلہ فی قبر]،حدیث نمبر۶

[۳۶] تفسیر[عیاشی]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۳۱۲،حدیث نمبر۸۳

[۳۷] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۵،کتاب النکاح،باب نمبر۱۹۰[النوادر]،حدیث نمبر۶

[۳۸] کتاب سلیم[سلیم ابن قیس]،صفحہ نمبر۳۹۲،وقائع سقیفہ علی لسان ابن عباس

[۳۹] مستدرک الوسائل[محدث نوری]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۱۳۴،حدیث نمبر۱۶۲۳/۷

[۴۰] تہذیب الاحکام[طوسی]،جلدنمبر۸،صفحہ نمبر۲۵۸،حدیث نمبر۱۶۹/۹۳۶

[۴۱] تہذیب الاحکام[طوسی]،جلدنمبر۹،صفحہ نمبر۲۴۱،حدیث نمبر۲۸/۹۳۵

[۴۲] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۶،کتاب الاطعمہ،باب نمبر۱۲۲[الکماۃ]،حدیث نمبر۱

[۴۳] الامالی[صدوق]،مجلس نمبر۶۷،صفحہ نمبر۵۲۳،حدیث نمبر۲/۷۰۹

[۴۴] الطرائف[ابن طاؤس]،صفحہ نمبر۹۲،حدیث نمبر۱۲۹

[۴۵] الطرائف[ابن طاؤس]،صفحہ نمبر۱۱۹،حدیث نمبر۱۸۳

[۴۶] معانی الاخبار[صدوق]،باب نمبر۳۲[معانی الفاظ وردت فی صفت النبی]،صفحات نمبر۷۹تا۸۴،حدیث نمبر۱

[۴۷] کامل الزیارات[ابن قولویہ]،باب نمبر۲۹[نوح الجن علی الحسین]،صفحات نمبر۱۹۴تا۱۹۵،حدیث نمبر۸

[۴۸] غیبت[طوسی]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۴۰۹،حدیث نمبر۳۵۳

[۴۹] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۱،کتاب حجت،باب نمبر۱۱۱[مؤلد النبی]،صفحات نمبر۴۳۹تا۴۴۰

[۵۰] الہدایت الکبریٰ[ابن حمدان]،باب نمبر۱[باب رسول اللہ]،صفحہ نمبر۳۹

[۵۱] شرح الاخبار فی فضائل الآئمہ الاطہار[قاضی نعمان]،جلدنمبر۳،صفحہ نمبر۱۵

[۵۲] مسائل العکبریہ[مفید]،مسئلہ نمبر۵۰،صفحہ نمبر۱۲۰

[۵۳] مسائل السروریہ[مفید]،مسئلہ نمبر۱۰،صفحات نمبر۸۶تا۹۵

[۵۴] رسائل[مرتضٰی]،جلدنمبر۳،صفحات نمبر۱۴۸تا۱۵۰

[۵۵] **تزویج علی بنته من عمر**[مختلف مصنفین]،صفحہ نمبر۲۹

[۵۶] مبسوط[طوسی]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۱۵۸تا۱۵۹

[۵۷] اس موضوع پر میں نے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ہے ''سیدزادی اور غیر سید کا نکاح''

[۵۸] اعلام الوریٰ[طبرسی]،صفحہ نمبر۲۷۵

[۵۹] مناقب آل ابی طالب[ابن شہر آشوب]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۱۳۸تا۱۴۰

[۶۰] العددالقویہ[شیخ حلی]،صفحہ نمبر۱۴۴،حدیث نمبر۵۷

[۶۱] تاویل الآیات الظاہرۃ[شرف الدین الحسینی]،جلدنمبر۲،سورۃ التحریم،صفحات نمبر۷۰۰تا۷۰۱،حدیث نمبر۸

[۶۲] مسالک الافہام[شہید ثانی]،جلدنمبر۷،صفحہ نمبر۸۱

[۶۳] زبدۃ البیان[محقق اردبیلی]،صفحہ نمبر۵۷۵

[۶۴] شرح اصول الکافی[مازندرانی]،جلدنمبر۷،صفحات نمبر۱۴۳تا۱۴۴

[۶۵] مجمع البحرین[طریحی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۶۲۴تا۶۲۵

[۶۶] الوافی،جلدنمبر۳،صفحہ نمبر۲۲۷

[۶۷] حیاۃ القلوب[مجلسی]،ترجمہ:بشارت حسین،جلدنمبر۲،باب نمبر۵۱،صفحات نمبر۸۶۹تا۸۷۰

[۶۸] شجرہ طوبیٰ[مہدی الحائری]،جلدنمبر۲،صفحات نمبر۲۳۸تا۲۳۹

[۶۹] منتہی الآمال[عباس قمی]،جلدنمبر۱،باب **فی بیان احوال ابناء النبی**،صفحہ نمبر۱۵۱

[۷۰] فاطمہ فاطمہ ہے[شریعتی]،ترجمہ:پروفیسر سردار نقوی،صفحات نمبر۱۶۱تا۱۶۲

[۷۱] سیرۃ الآئمہ الاثنی عشر[معروف الحسنی]،جلد نمبر۱،**اولادھا من النبی**،صفحہ نمبر۵۴

[۷۲] جامع المدارک[احمد خوانساری]،جلد نمبر۴،صفحہ نمبر۲۷۵

[۷۳] https://www.al-khoei.us/edara/index.php?id=36

[۷۴] https://www.aqaed.com/faq/1547/

[۷۵] **فاطمۃ الزھراء من المھد الی اللحد**[کاظم قزوینی]،السیدۃ خدیجہ علی ابواب السعادۃ،صفحہ نمبر۳۱

[۷۶] رسالہ فی تواریخ النبی والآل[تقی تستری]،فصل فی اولادھم،صفحات نمبر۷۶تا۷۷

[۷۷] قاموس الرجال[تقی تستری]،جلد نمبر۹،صفحہ نمبر۴۵۰،فرد نمبر۷۰۵۵

[۷۸] https://alshirazi.com/compilations/history/omahat_almasomin/4.htm

[۷۹] https://sayedfadlullah.com/article/1207

[۸۰] https://www.fnoor.com/main/articles.aspx?article_no=14161#.ZYLrMHZBzlV

[۸۱] مناسک الحج[سماحہ یوسف صانعی]،زیارۃ بنات النبی،صفحہ نمبر۳۲۳

[۸۲] **السیرۃ المحمدیہ**[جعفر سبحانی]،فصل ثانی،باب نمبر۶[اولاد الرسول]،صفحات نمبر۴۶تا۴۷

[۸۳] https://www.sistani.org/arabic/book/18/1017/

[۸۴] محمد مصطفیٰ قدوۃ واسوۃ[تقی مدرسی]،فصل الاول اصل الکریم،صفحہ نمبر۱۶

[۸۵] موسوعہ تاریخ اسلامی[یوسفی غروی]،جلد نمبر۱،صفحات نمبر۳۰۷تا۳۱۲

[۸۶] تعریب منتھی الآمال[ہاشم میلانی]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۲۱۱

[۸۷] انوار نعمانیہ[نعمت اللہ جزائری]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۳۶

[۸۸] اعلام من الاسرۃ النبویہ[فوزی آل سیف]،صفحات نمبر۱۷۹تا۱۹۴

[۸۹] معانی الاخبار[صدوق]،صفحہ نمبر۵۸،باب معانی اسماء محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین،حدیث نمبر۹

[۹۰] یہاں میرا اشارہ ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری کی کتاب ''بنات رسول کتب شیعہ کی روشنی میں'' کی طرف ہے جو۲۰۱۱ء میں لاہور سے شائع ہوئی

[۹۱] ازواج النبی وبناتہ[نجاح الطائی]،صفحہ نمبر۵۵

[۹۲] معجم الکبیر[طبرانی]،جلد نمبر۱۹،صفحہ نمبر۲۰۱،حدیث نمبر۴۵۱؛الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۷،صفحہ نمبر۲۰۶،فرد نمبر۱۰۱۸۲

[۹۳] الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۶،صفحہ نمبر۱۶۰،فرد نمبر۱۸۲۰؛سیر اعلام النبلاء[ذہبی]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۳۸۶

[۹۴] الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۲،صفحہ نمبر۴۹۴،فرد نمبر۲۸۹۷؛سیر اعلام النبلاء[ذہبی]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۲۲۰

[۹۵] انساب الاشراف[بلاذری]،جلد نمبر۹،صفحہ نمبر۳۸۰

[۹۶] الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۴،صفحہ نمبر۳۹۱،فرد نمبر۵۴۹۵؛عقد الثمین[الفاسی]،جلد نمبر۵،صفحہ ۲۰۰،فرد نمبر۱۹۸۶

[۹۷] الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۶،صفحہ نمبر۴۷۸،فرد نمبر۹۱۵۵؛جمھرۃ نسب[ابن کلبی]،صفحہ نمبر۵۷

[۹۸] اسد الغابہ[ابن الاثیر]،جلد نمبر۵،صفحہ نمبر۵۵۸

[۹۹] صحیح البخاری،حدیث نمبر۳۸۲۱؛الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۸،صفحہ نمبر۳۳۹،فرد نمبر۱۱۸۳۲

[۱۰۰] **المحبر**[ابن حبیب]،صفحہ نمبر۴۵۱؛انساب الاشراف[بلاذری]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۴۰۶

[۱۰۱] صحیح البخاری،حدیث نمبر۴۷۸۲

[۱۰۲] سیرۃ النبویہ[ابن ہشام]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۲۴۶

[۱۰۳] الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۴،صفحہ نمبر۴۸۷،فرد نمبر۵۷۵۶

[۱۰۴] جامع ترمذی،حدیث نمبر۳۷۸۷

[۱۰۵] صحیح البخاری،احادیث نمبر۳۴۹۱تا۳۴۹۲

[۱۰۶] الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۶،صفحہ نمبر۴۳۶،فرد نمبر۹۰۲۷

[۱۰۷] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۸،صفحہ نمبر۱۴۷،فرد نمبر۱۱۲۰۹

[۱۰۸] طبقات الکبریٰ[ابن سعد]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۱۲۲؛شرح احقاق الحق[مرعشی]،جلد نمبر۳۳،صفحہ نمبر۲۳۳

[۱۰۹] سر سلسلہ علویہ[ابی نصر بخاری]،صفحہ نمبر۳۲

[۱۱۰] الناصریات[شریف مرتضیٰ]،صفحہ نمبر۶۴؛معجم رجال حدیث[خوئی]،جلدنمبر۱۱،صفحہ نمبر۲۸۳،فرد نمبر۷۰۲۳؛اس کے علاوہ امام سجاد(ع) کے ایک دودھ شریک بھائی عبداللہ ابن زید کا تذکرہ نعمانیؒ نے کیا ہے:غیبت،جلدنمبر۱،باب نمبر۴،حدیث نمبر۶

[۱۱۱] مجدی[ابن الصوفی]،صفحہ نمبر۹۴؛سر سلسلہ علویہ[ابی نصر بخاری]،صفحہ نمبر۳۳

[۱۱۲] عمدۃ الطالب[ابن عنبہ]،صفحہ نمبر۱۹۵

[۱۱۳] سر سلسلہ علویہ[ابی نصر بخاری]،صفحہ نمبر۳۶

[۱۱۴] عمدۃ الطالب[ابن عنبہ]،صفحات نمبر۱۹۶تا۱۹۷

[۱۱۵] فخری[مروزی]،صفحات نمبر۱۵تا۲۲

[۱۱۶] استغاثہ[ابوالقاسم الکوفی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۶۸ تا۶۹

[۱۱۷] معجم رجال حدیث[خوئی]،جلدنمبر۱۲،صفحہ نمبر۲۶۹،فرد نمبر۸۹۰۷؛الممد وحین والمقدوحین[علی اصدق نقوی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۴۹۸ تا۵۰۲،فرد نمبر۲۴۳؛اسنے **مخسمہ فرقے** میں شمولیت اختیار کرلی تھی جس کا ماننا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے امور پر سلمانؓ،عمارؓ،مقدادؓ،ابوذرؓ اور عمرو ابن امیہ ضمیری کو مقرر کر رکھا ہے

[۱۱۸] فخری[مروزی]،صفحہ نمبر۱۷۴

[۱۱۹] مجدی[ابن الصوفی]،صفحہ نمبر۱۵۷

[۱۲۰] مجدی[ابن الصوفی]،صفحہ نمبر۱۲۵

[۱۲۱] اعلام[زرکلی]،جلدنمبر۳،صفحہ نمبر۲۱۳

[۱۲۲] ذریعہ[بزرگ طہرانی]،جلدنمبر۳،صفحہ نمبر۴۱۹،رقم نمبر۱۵۰۷

[۱۲۳] مجدی[ابن الصوفی]،صفحہ نمبر۵

[۱۲۴] مجدی[ابن الصوفی]،صفحہ نمبر۱۰۰

[۱۲۵] سیر اعلام النبلاء[ذہبی]،جلدنمبر۱۶،صفحہ نمبر۲۰۲

[۱۲۶] الشافی[مرتضیٰ]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۱۴۷

[۱۲۷] موسوعہ تاریخ اسلامی[یوسفی غروی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۳۰۵ تا۳۰۷

[۱۲۸] الآغانی[ابوالفرج]،جلدنمبر۱۷،صفحہ نمبر۱۷۹

[۱۲۹] لباب انساب[ابن فندمہ]،صفحہ نمبر۲۰

[۱۳۰] معارف[ابن قتیبہ]،صفحہ نمبر۱۳۳

[۱۳۱] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۶،صفحہ نمبر۴۳۷،فرد نمبر۹۰۲۷؛استیعاب[ابن عبدالبر]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۱۵۴۵،فرد نمبر۲۶۹۹

[۱۳۲] انساب الاشراف[بلاذری]،جلدنمبر۱۳،صفحہ نمبر۶۵؛الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۶۹۶،فرد نمبر۱۵۰۶

[۱۳۳] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۶،صفحہ نمبر۴۰۶،فرد نمبر۸۹۳۵؛استیعاب[ابن عبدالبر]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۱۵۴۷،فرد نمبر۲۷۰۱

[۱۳۴] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۳۴۴،فرد نمبر۵۳۵۹؛استیعاب[ابن عبدالبر]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۵۷۷،فرد نمبر۱۲۹۷

[۱۳۵] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۴۶۱،فرد نمبر۲۷۹۷

[۱۳۶] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۸،صفحہ نمبر۳۴۷،فرد نمبر۱۱۸۶۱

[۱۳۷] الاصابہ[ابن حجر]،جلدنمبر۶،صفحہ نمبر۱۴،فرد نمبر۷۷۹۴

[۱۳۸] نسب قریش[مصعب الزبیری]،صفحہ نمبر۲۲

[۱۳۹] السیرۃ النبویہ[ابن ہشام]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۶۴۳

[۱۴۰] السیرۃ النبویہ[ابن ہشام]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۱۹۰تا۱۹۱

[۱۴۱] رجال[الکشی]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۶۷۸ حدیث نمبر۱۱۷؛معجم الاحادیث معتبرہ[محسنی]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۱۹۳،حدیث نمبر۲۶۴

[۱۴۲] مجدی[ابن الصوفی]،صفحہ نمبر۲۸۶؛شجرۃ مبارکہ[فخرالدین رازی]،صفحہ نمبر۹۰

[۱۴۳] تہذیب الاحکام[طوسی]،جلد نمبر۷،صفحہ نمبر۴۶۱،حدیث نمبر۱۸۴۶/۵۴

[۱۴۴] https://www.youtube.com/watch?v=RW_tZyuc_Zo

[۱۴۵] السیرۃ النبویہ[ابن ہشام]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۱۹۰

[۱۴۶] سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر۱۵۱۲

[۱۴۷] مواہب اللدنیہ[قسطلانی]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۴۷۹

[۱۴۸] ایضاً

[۱۴۹] مستدرک[الحاکم]،جلد نمبر۴،صفحہ نمبر۴۶

[۱۵۰] صحیح البخاری،حدیث نمبر۵۱۳۳؛سنن نسائی،حدیث نمبر۳۳۷۹

[۱۵۱] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۵،کتاب النکاح،باب نمبر۶۲[الحد الذی]،حدیث نمبر۲؛الکافی[کلینی]،جلد نمبر۵،کتاب النکاح،باب نمبر۱۰۷[ابکار]،حدیث نمبر۵

[۱۵۲] تحریر الوسیلہ[خمینی]،جلد نمبر۲،صفحہ نمبر۲۴۱،مسئلہ نمبر۱۲؛منہاج الصالحین[سیستانی]،جلد نمبر۳،صفحہ نمبر۱۰،مسئلہ نمبر۸

[۱۵۳] وسائل شیعہ[الحرالعاملی]،جلد نمبر۲۰،صفحات نمبر۱۰۱تا۱۰۴؛جامع احادیث شیعہ[بروجردی]،جلد نمبر۲۰،صفحات نمبر۱۸۱تا۱۸۳؛رسول اللہ(ص)کے ام المومنین حضرت عائشہ سے نکاح پر علی عمران(ابن الحسین)کے دلائل: https://www.shiachat.com/forum/topic/235063730-why-did-the-prophet-marry-a-9-year-old/

[۱۵۴] طبقات الکبریٰ[ابن سعد]،جلد نمبر۸،صفحہ نمبر۲۹؛الاصابہ[ابن حجر]،جلد نمبر۸،صفحات نمبر۴۶۰تا۴۶۱؛چنانچہ سکینہ بنت الحسین(علیہما السلام)کا نکاح بھی نو سال کی عمر میں اپنے چچازاد عبداللہ ابن الحسن(علیہما السلام)سے ہوا تھا لیکن مقاربت سے قبل ہی واقعہ کربلا پیش آ گیا جس میں عبداللہ شہید ہو گئے: سیر اعلام النبلاء[ذہبی]،جلد نمبر۵،صفحہ نمبر۲۶۲

[۱۵۵] تحفۃ الاحوذی[مبارکپوری]،جلد نمبر۱۰،صفحہ نمبر۱۲۸

[۱۵۶] مکارم الاخلاق[طبرسی]،صفحہ نمبر۲۲۰

[۱۵۷] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۶،کتاب عقیقہ،باب نمبر۳۶[تفضیل الولد]،حدیث نمبر۱

[۱۵۸] فقیہ[صدوق]،جلد نمبر۳،صفحہ نمبر۴۸۳،حدیث نمبر۴۷۰۳

[۱۵۹] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۱،کتاب حجت،باب نمبر۷۱[الاشارۃ و النص]،حدیث نمبر۱۰؛یہ عبداللہ بعد میں امامت کا مدعی ہوا اور فطحیہ فرقے کا امام قرار پایا

[۱۶۰] ملاذ الاخیار[مجلسی]،جلد نمبر۱۴،صفحہ نمبر۴۵۶

[۱۶۱] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۱،کتاب حجت،باب نمبر۷۲[الاشارۃ و النص]،حدیث نمبر۱۵

[۱۶۲] مسالک الافہام[شہید ثانی]،جلد نمبر۶،صفحہ نمبر۲۸

[۱۶۳] میزان حکمت[ری شہری]،جلد نمبر۴،صفحہ نمبر۳۶۷۳

[۱۶۴] ذوب نضار[ابن نما]،صفحہ نمبر۵۷؛بحار الانوار[مجلسی]،جلد نمبر۴۵،صفحہ نمبر۳۴۹؛البتہ دختران فاطمہ کی فضیلت میں صحیح حدیث موجود ہے جس کے مطابق اللہ نے سیدۃ النساء(ع)کی صلبی اولاد کو آتش جہنم پر حرام قرار دے دیا: معانی الاخبار[صدوق]،صفحہ نمبر۱۰۶،**باب معنی ما روی ان فاطمة احصنت فرجها**،حدیث نمبر۲

[۱۶۵] القرآن،سورۃ ہود،آیت نمبر۷۸

[۱۶۶] القرآن،سورۃ حجر،آیت نمبر۷۱

[۱۶۷] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۵،کتاب النکاح،باب نمبر۱۸۶[اللواط]،حدیث نمبر۷؛تفسیر نور الثقلین[حویزی]،جلد نمبر۲،صفحہ نمبر۳۷۹،حدیث نمبر۱۵۷

[۱۶۸] مجمع البیان[طبرسی]،جلد نمبر۵،صفحہ نمبر۲۸۰

[۱۶۹] تفسیر میزان[طباطبائی]،جلد نمبر۱۰،صفحہ نمبر۳۳۹

[۱۷۰] مسائل السروریہ[مفید]،صفحہ نمبر۹۲،مسئلہ نمبر۱۰

[۱۷۱] مناقب آل ابی طالب[ابن شہر آشوب]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۲۳۶

[۱۷۲] مفاتیح الجدیدۃ[مکارم شیرازی]،صفحہ نمبر۵۶۲؛تعریب منتہی الآمال[میلانی]،جلد نمبر۱،صفحہ نمبر۱۸۶؛موسوعہ تاریخ اسلامی[یوسفی غروی]،جلد نمبر۳،صفحات نمبر۵۵۲تا۵۵۴

[۱۷۳] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۱،کتاب حجت،باب نمبر۴۹[ان اللہ لم یعلم]،حدیث نمبر۲؛معجم الاحادیث معتبرہ[محسنی]،جلد نمبر۲،صفحہ نمبر۱۱۱،حدیث نمبر۱۰۹۱

[۱۷۴] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۲،کتاب الایمان والکفر،باب نمبر۶۵[کفر]،حدیث نمبر۲۰

[۱۷۵] الکافی[کلینی]،جلد نمبر۸،حدیث نمبر۳۱۶؛الامالی[صدوق]،صفحہ نمبر۳۲۸،حدیث نمبر۳۸۸

[۱۷۶] رجال[الکشی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۱۰۷تا۱۰۸،حدیث نمبر۱۷۳؛معجم رجال حدیث[خوئی]،جلدنمبر۱۱،صفحہ نمبر۲۰۶،فردنمبر۶۸۸۹

[۱۷۷] معانی الاخبار[صدوق]،صفحہ نمبر۱۰۶،**باب معنی ما روی ان فاطمة احصنت فرجها**،حدیث نمبر۲

[۱۷۸] رجال[الکشی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۲۲۵تا۲۲۶،حدیث نمبر۴۰۳؛رجال[الکشی]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۵۱۸تا۵۱۹،حدیث نمبر۹۹۷

[۱۷۹] عیون اخبارالرضا[صدوق]،جلدنمبر۱،صفحات نمبر۲۶۱تا۲۶۲،باب نمبر۵۸[**قول الرضا لاخیه زید**]،حدیث نمبر۱۰

[۱۸۰] **الرحمة المهدات**[تاج الدین حیدری]،صفحہ نمبر۳

[۱۸۱] معجم رجال حدیث[خوئی]،جلدنمبر۲۲،صفحہ نمبر۱۷،فردنمبر۱۴۰۰۳

[۱۸۲] مجمع البیان[طبرسی]،جلدنمبر۱۰،صفحہ نمبر۸۳۶؛مقامات فاطمہ[شیخ السند]،صفحہ نمبر۱۰۷

[۱۸۳] البرہان[ہاشم بحرانی]،جلدنمبر۵،صفحات نمبر۷۷۱تا۷۷۸؛تفسیر نورالثقلین[حویزی]،جلدنمبر۵،صفحات نمبر۶۸۰تا۶۸۵

[۱۸۴] تفسیر قمی[علی ابن ابراہیم]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۴۴۵

[۱۸۵] توحید[صدوق]،صفحہ نمبر۶۸،باب نمبر۲[توحید]،حدیث نمبر۲۳؛معجم الاحادیث معتبرہ[محسنی]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۳۸۷،حدیث نمبر۱۵۷۲

[۱۸۶] انساب الاشراف[بلاذری]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۴۰۰؛سیر اعلام النبلاء[ذہبی]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۱۸

[۱۸۷] مجمع البیان[طبرسی]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۸۵۹

[۱۸۸] موسوعہ تاریخ اسلامی[یوسفی غروی]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۱۹۱

[۱۸۹] سیرۃ حلبیہ[حلبی]،جلدنمبر۳،صفحہ نمبر۲۵۱

[۱۹۰] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۲،کتاب الایمان والکفر،باب نمبر۱۷۲[**المستضعف**]،حدیث نمبر۵

[۱۹۱] وسائل شیعہ[الحرالعاملی]،جلدنمبر۲۰،صفحہ نمبر۵۵۴

[۱۹۲] وسائل شیعہ[الحرالعاملی]،جلدنمبر۲۰،صفحہ نمبر۵۶۱

[۱۹۳] مسالک الافہام[شہید ثانی]،جلدنمبر۷،صفحات نمبر۴۰۸تا۴۰۹؛جواہرالکلام[صاحب الجواہر]،جلدنمبر۳۰،صفحات نمبر۱۰۶تا۱۰۷؛جامع المدارک[احمد خوانساری]،جلدنمبر۴،صفحہ نمبر۲۷۵

[۱۹۴] ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ **اسباب النجاة من الفتنة الغلاة** کے نام سے لکھا ہے جس میں گمراہ ہوجانے والے پچیس اصحاب آئمہ کے نام درج ہیں

[۱۹۵] https://iqraonline.net/differing-perspectives-regarding-knowledge-of-the-unseen/

[۱۹۶] القرآن،سورۃ الانعام،آیت نمبر۵۰؛القرآن،سورۃ الاعراف،آیت نمبر۱۸۸

[۱۹۷] القرآن،سورۃ توبہ،آیت نمبر۱۰۱

[۱۹۸] القرآن،سورۃ ہود،آیت نمبر۴۹

[۱۹۹] اوائل المقالات[مفید]،صفحہ نمبر۶۷،قول نمبر۴۱[علم الآئمہ]؛اس سے ملتا جلتا مطلب السید مرتضٰی نے بھی بیان کیا ہے: نفائس التأویل،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۳۴۲

[۲۰۰] تلخیص الشافی[طوسی]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۲۵۲

[۲۰۱] رجال[الکشی]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۲۹۹،حدیث نمبر۵۳۲

[۲۰۲] رجال[الکشی]،جلدنمبر۱،صفحہ نمبر۲۹۸،حدیث نمبر۵۳۰؛الامالی[مفید]،صفحہ نمبر۲۳،مجلس نمبر۳،حدیث نمبر۵

[۲۰۳] عیون اخبارالرضا[صدوق]،جلدنمبر۲،صفحہ نمبر۴۸،باب نمبر۳۱[فیما جاء عن الرضا]،حدیث نمبر۱۸۸

[۲۰۴] https://www.alfazlonline.org/15/01/2022/52314/

[۲۰۵] معانی الاخبار[صدوق]،صفحہ نمبر۲۸۰،**باب معنی المحالقة و المزابنة**

[۲۰۶] الکافی[کلینی]،جلدنمبر۱،کتاب حجت،باب۱۱۴[مؤلدالزہراء]،حدیث نمبر۱

[۲۰۷] https://www.youtube.com/watch?v=-t5MPm2W4SY

[۲۰۸] https://www.shiachat.com/forum/topic/235013919-decadency-among-the-community/

[۲۰۹] بصائرالدرجات[الصفار]،صفحہ نمبر۵۵۸

[۲۱۰] القرآن،سورۃ عنکبوت،آیت نمبر۶۸

تصاویر قبور بنات النبی

رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چاروں بیٹیوں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم) کو مدینہ منورہ کے قبرستان **بقیع الغرقد** میں دفن کیا گیا۔سیدۃ النساء (ع) اپنی بہنوں کے ساتھ دفن نہیں چنانچہ نیچے موجود تصاویر باقی بنات رسول کی آرامگاہوں کی ہیں۔قبور زینب ورقیہ وام کلثوم کے نزدیک ہی ازواج رسول اور عقیل ابن ابی طالبؑ مدفون ہیں۔قبور بنات النبی پر ماضی میں ایک عمارت بھی موجود تھی جو وہابیوں نے منہدم کردی۔میں نے تھوڑی جستجو کے بعد سیدۃ النساء (ع) کی سگی بہنوں کی قبور کی تین تصاویر نکال کر پیش کردی ہیں تاکہ شیعہ مومنین دور سے ہی زیارت کرلیں۔تیسری تصویر میں ''۱'' سے مراد زینبؑ کی قبر، ''۲'' سے مراد ام کلثومؑ کی قبر اور ''۳'' سے مراد رقیہؑ کی قبر ہے۔اسکے بعد میں رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں اور دامادوں کا ایک مختصر شجرہ نسب شائع کروں گا جس پر یہ رسالہ اپنے اختتام کو پہنچے گا۔اس شجرہ میں بنوہاشم، بنوعبدشمس اور بنواسد کے بعض افراد کے نام ہیں تاکہ آپ رسول اللہ (ص) کے رشتہ داروں سے واقف ہوجائیں۔بس اس ہی کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں۔**و السلام علی من اتبع الهدیٰ** (طٰہٰ:۴۷)!



(تصویر کا حوالہ:https://twitter.com/sahfimarof/status/737659842438045700)



(تصویر کا حوالہ: https://hajjumrahplanner.com/ar/maqbarah-al-baqi/#i-7)



(تصویر کا حوالہ: https://makashfa.wordpress.com/2012/04/11/more-pictures-old-islamic-places/)

نسب نامہ بنو عبد مناف و بنو اسد

رسول اللہ (ص) کی بیٹیوں اور دامادوں کا شجرہ

